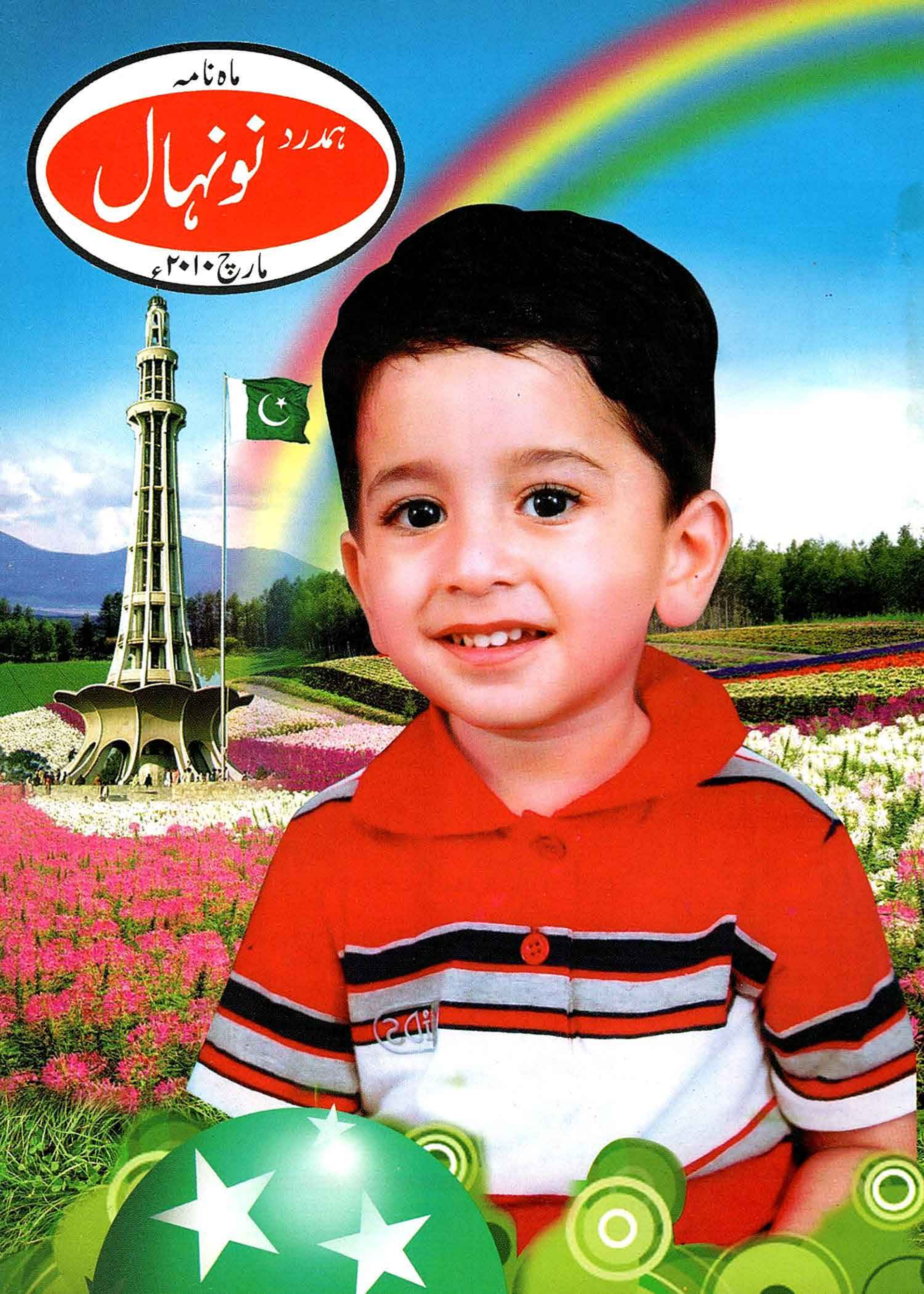
ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
مارچ ۲۰۱۰ء

بھرپور غذائیت ۔ مکمّل غذا
Young's
FRENCH
Chicken Spread
صرف =/10 روپے میں
اب ساشے پیک
بڑھتے جاؤ، کھاتے جاؤ...
چکن، انڈا اور خالص ویجیٹیبل آئل
ینگز چکن اسپریڈ کو پروٹین اور دیگر ضروری
غذائی اجزاء سے بھرپور بناتے ہیں۔ یہ ایک مکمل اور
غذائیت سے بھرپور غذا ہے جو دیتا ہے آپ کو بڑھتے
رہنے کی طاقت ۔ روزانہ!
Blitz DDB
Young's®
YOUNG'S (PRIVATE) LIMITED
www.youngsfood.com
SPREAD HEALTH. SPREAD LIFE.

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۵۸ واں سال

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

مارچ ۲۰۱۰ عیسوی

ربیع الاول ۱۴۳۱ ہجری

قیمت عام شمارہ	۲۵ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے)	۳۸۰ رُپے
سالانہ (عام ڈاک سے)	۲۶۰ رُپے
سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)	۲۴۰ رُپے
سالانہ (غیر ممالک سے)	۴۰-امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949

ایکسٹینشن — (054 یا 055 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

''ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آئندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔''

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | ابراہیم ملک، راولپنڈی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	۴	شہید حکیم محمد سعید
پہلی بات	۵	مسعود احمد برکاتی
روشن خیالات	۶	ننھے گل چیں
بچوں کی نعت	۷	فاطمہ قزلباش
فصلِ بہار (نظم)	۱۲	تنویر پھول
بہار آئی (نظم)	۱۳	محمد ظریف خان
یادگار دن	۱۴	سائرہ خان
دل کی آواز	۲۱	حسن ذکی کاظمی
آؤ کھیلیں مل کر کھیل (نظم)	۳۱	ضیاء الحسن ضیاء
کھیدا	۳۹	سید فتح علی انوری
پیاز کے عرق سے بجلی	۴۰	ادارہ
غریب ہی اچھا	۴۱	مسعود احمد برکاتی
مسکراتی لکیریں (کارٹون)	۴۳	ادارہ
چمگادڑ (نظم)	۵۶	محمد انوار احمد

میں تمھارا پاؤں ہوں
شہید حکیم محمد سعید
ہمارے پاؤں کس طرح کام کرتے ہیں؟
حیرت انگیز معلومات
۱۷

رشتے
مسعود احمد برکاتی
سیرتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے
۸

بلاعنوان انعامی کہانی
شکیل صدیقی
اس مسکراتی کہانی کا اچھا سا عنوان
تجویز کر کے انعام میں کتاب لیجیے
۳۲

جن زادے کی سزا
سید محمود حسن

جب ایک ''جن'' کے بچے کو سزا کے طور پر انسانی دنیا میں بھیجا گیا تو......؟

۴۵

علم دریچے	۵۷	نکتہ داں نونہال
حاتم طائی	۶۱	نادیہ یاسمین بنوری
نونہال خبرنامہ	۶۴	ادارہ
آیئے مصوری سیکھیں	۶۵	غزالہ امام
نونہال مصور	۶۷	ننھے آرٹسٹ

تصویرخانہ	۶۸	ادارہ
ہنسی گھر	۷۹	ننھے مزاح نگار
معلومات افزا-۱۷۱	۸۲	سلیم فرخی
انعامات بلاعنوان کہانی	۸۵	ادارہ
ہمدرد نونہال اسمبلی	۸۹	سید علی بخاری-حیات محمد بھٹی
نونہال ادیب	۹۹	ننھے لکھنے والے

تاشقند کا لکڑہارا
معراج

ایک غریب آدمی کو اشرفیوں کے بدلے اپنے حواس بیچنے پڑے، لیکن......؟

۶۹

بیت بازی	۱۰۹	خوش ذوق نونہال
ہنڈکلیا	۱۱۰	ذائقہ پسند نونہال
آدھی ملاقات	۱۱۱	نونہال پڑھنے والے
جوابات معلومات افزا-۱۶۹	۱۱۶	ادارہ
نونہال لغت	۱۲۰	ادارہ

اصلی حق دار
محمد اقبال شمس

ایک ظالم جادوگر نے اپنا گم شدہ ہیرا کیسے تلاش کیا؟ سنسنی خیز کہانی

۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

شہید حکیم محمد سعید

کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اپنا بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) نہ چھوڑ گئے ہوتے تو ہمیں اسلام کے اعلا اصولوں کو سمجھنے میں دقت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنا کلام قرآن پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا کہ آپؐ لوگوں کو اس پر عمل کر کے بتائیں اور اپنا نمونہ لوگوں کے لیے چھوڑ جائیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی:

''کہہ دو کہ میں بھی تمھاری طرح کا ایک بشر ہوں۔''

مطلب یہ تھا کہ اللہ کے حکموں پر عمل کرنا مشکل نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں۔ وہ عمل کرتے ہیں تو تم بھی عمل کر سکتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک صاف، سیدھی سادی اور عام آدمی کی سی زندگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود کرتے تھے۔ کسی کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خود لاتے۔ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے۔ دودھ خود دوہ لیتے۔ یہاں تک کہ گھر میں جھاڑو بھی خود دے لیتے۔ اپنا کام خود کرنے کے علاوہ دوسروں کی مدد بھی کرتے۔ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔ سفر وغیرہ میں سب کے ساتھ کاموں میں حصہ لیتے۔ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ساتھیوں نے ایک ایک کام آپس میں بانٹ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل سے ایندھن لانے کا کام اپنے ذمے لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کام بھی ہم آپؐ کے غلام کر لیں گے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے یہ پسند نہیں کہ خود کو تم سے الگ رکھوں یا بڑا سمجھوں۔ اللہ اس کو پسند نہیں کرتا، جو اپنے ساتھیوں میں اپنے کو بڑا گنتا ہو۔''

(ہمدرد نونہال نومبر ۱۹۸۷ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

محبت، سادگی اور کفایت زندگی کے سنہری اصول ہیں۔

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

ہمدرد نونہال کا جو شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے، وہ ربیع الاول ۱۴۳۱ ہجری اور مارچ ۲۰۱۰ عیسوی کا شمارہ ہے۔ اس مہینے میں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی آخری کتاب نازل ہوئی اور انسان کو اسلام جیسی عظیم نعمت ملی۔ دنیا جہالت اور جاہلیت کے اندھیروں سے نکل کر ایمان اور علم کے اُجالے میں آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی اور اعلا ترین اخلاق نے امن و راحت کا راستہ (صراطِ مستقیم) دکھایا۔ آج ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھلا دیا ہے، اس لیے پریشان ہیں، سکون اور عزت سے محروم ہیں۔ اگر ہم آج بھی صحیح راستے پر آ جائیں تو پھر سے امن، راحت، ترقی کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔

نونہالو! اب ہماری امیدیں تم ہی سے وابستہ ہیں۔ آج سے عہد کرلو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہی نمونہ بنائیں گے اور علم کے آسمان پر چمکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

(میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)

مارچ کے مہینے میں ہم نے غلامی سے نجات حاصل کرنے کا عزم کیا تھا۔ ۲۳- مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلمانوں کی آزاد ریاستیں قائم کرنے کی قرارداد پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا عزم پورا کیا۔ ہمیں پاکستان کی شکل میں عظیم اسلامی ملک عطا ہوا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم یہاں بہترین معاشرہ قائم کریں۔ اگر ہم میں سے ہر شخص پکا عہد کرلے کہ وہ محبت، سچائی، دیانت، محنت اور آپس میں تعاون کا راستہ اختیار کرے گا تو معاشرے میں بھلائی اور نیکی کے پھول ہی پھول نظر آئیں گے۔ ☆

روشن خیالات

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مرسلہ: نوید احمد، کراچی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

تمھارے واسطے خیر یہی ہے کہ شر سے باز رہو۔

مرسلہ: سیدہ ورئی بتول جعفری، حیدر آباد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لوگوں کو دعا کے لیے کہنے سے زیادہ بہتر ہے کہ ایسے عمل کرو کہ لوگوں کے دل سے تمھارے لیے دعا نکلے۔

مرسلہ: نائلہ مجید شیرازی، سانگھڑ

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

لوگ تجھے تکبر سے نہیں، انکسار سے بڑا سمجھیں گے۔

مرسلہ: سجاد خان، ایبٹ آباد

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

عقل مند آدمی اس وقت تک نہیں بولتا، جب تک خاموشی نہیں ہو جاتی۔

مرسلہ: مدحت تلاوت، گلستان جوہر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

صبر کی کڑواہٹ، علم کی مٹھاس اور عمل کی سختی وہ دوا ہے، جس سے دل کی خرابی کا علاج ہوتا ہے۔

مرسلہ: ثواب ظریف بگٹی، جعفر آباد

سقراط

حقیقت کی تلاش کا نام تعلیم ہے۔

مرسلہ: سمانہ تقوی، کراچی

افلاطون

طاقت ور شخص وہ ہے، جو اپنے غصے کو سکون میں تبدیل کر دینے پر قادر ہو۔

مرسلہ: کاظم حیدر نظام شیخ، حیدر آباد

بچوں کی نعت

فاطمہ قزلباش

آپؐ سے آباد ہیں سب بحر و بر ، یامصطفیٰؐ
ہم بھی امت آپ کی ، ہم پر نظر ، یامصطفیٰؐ

آپؐ کی شفقت میں ہم بچوں کا حصہ ہے بڑا
آپؐ سا کس کو ملا ، کس کو پدر ، یامصطفیٰؐ

آپؐ کے کاندھوں کے جو راکب رہے ان کے طفیل
ہم پہ بھی حسنینؓ کے صدقے نظر ، یامصطفیٰؐ

آپؐ شہرِ علم ہیں اور دَر علیؓ اس شہر کے
کھول دیں ہم پہ بھی ایماں کا یہ دَر ، یامصطفیٰؐ

آپؐ کا رستہ محبت ، آپؐ کا رستہ ہے پیار
ہم سے بھی یہ راستے ہوجائیں سر ، یامصطفیٰؐ

فاطمہ کے ساتھ بچو! تم بھی مانگو یہ دعا
آپؐ کے صدقے ہوں ہم سارے امر ، یامصطفیٰؐ

رشتے

مسعود احمد برکاتی

اللہ کے آخری اور پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں اپنے قول اور عمل سے ہماری رہنمائی کی اور بتایا کہ اچھی زندگی کس طرح گزاری جاسکتی ہے۔

دنیا میں انسان کے سکون اور خوشی کا انحصار اچھے تعلقات پر ہے۔ کوئی آدمی اپنے قریب کے لوگوں سے بگاڑ کر خوش نہیں رہ سکتا۔ رشتے دار آپس میں سب سے قریب ہوتے ہیں۔ پڑوسی بھی بہت قریب ہوتے ہیں۔ بعض دوست اور ساتھی بھی عزیزوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پھر رشتے داروں میں بھی کئی درجے ہوتے ہیں۔ ماں، باپ، میاں، بیوی، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن اور دوسرے رشتے دار اپنی اپنی جگہ محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کا حق ایک دوسرے پر ہوتا ہے۔ اس حق کو ادا کرنے کے جذبے کو رشتوں کا احترام کہنا چاہیے۔ جو عزیز، رشتے دار جس سلوک کا مستحق ہے، اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس شخص کا ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھے سلوک میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔''

ایک بار حضورؐ نے اپنے ساتھیوں (صحابہؓ) سے پوچھا کہ جانتے ہو، تم میں مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم ہوں نہ کوئی اور سامان۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا، مگر اس کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال دبایا ہوگا یا کسی کو قتل کیا ہوگا۔ کسی کو ناحق مارا ہوگا۔ ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان مظلوموں کی غلطیاں اس کے

حساب میں شامل کر دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آپس میں لوگوں سے اچھے تعلقات رکھنا اخلاقی خوبی ہے اور لڑنا جھگڑنا، بُرا بھلا کہنا اخلاقی عیب ہے، لیکن جو لوگ دوسروں کے تعلقات خراب کراتے اور ان کے دلوں میں رنجش پیدا کرتے ہیں وہ تو اپنی عبادتوں کا ثواب بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے: ''میں تمھیں بتاؤں کہ روزے، صدقے اور نماز سے بھی افضل کیا چیز ہے؟ وہ ہے بگڑے ہوئے تعلقات میں صلح کرانا۔ لوگوں کے باہمی تعلقات میں فساد ڈالنا وہ فعل ہے، جو آدمی کی ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔''

ایک اور فرمان ہے: ''اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو، نہ اس کے ساتھ ایسا مذاق کرو جس سے اسے تکلیف ہو، اور نہ ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کر سکو۔''

یہ ارشاد بھی پڑھیے: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

جس گھر کے لوگ آپس میں میل محبت سے رہتے ہیں، ایک دوسرے کے کام بڑھ چڑھ کر کرتے اور تکلیف میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں، وہ کتنے آرام سے زندگی گزارتے ہیں۔

خاندان معاشرے کی پہلی اکائی ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے خاندانوں کا مجموعہ معاشرہ کہلاتا ہے۔ ایک شہر یا ایک ملک کے لوگ مل کر ایک معاشرہ بناتے ہیں۔ کسی شہر کے لوگوں کی عادتیں، اخلاق، طور طریقے، مزاج، رسمیں، رہنے سہنے اور کھانے پینے کے طریقے، آپس میں ملنے جلنے کے انداز اس شہر کی زندگی کو آسان یا مشکل بناتے ہیں۔ اس شہر میں رہنے والا ہر شخص معاشرے پر اثر انداز ہوتا اور اثر لیتا بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات دی ہیں اور خود اپنی زندگی میں اپنے عمل سے جو نمونہ یا معیار ہمیں عطا کیا ہے، اس پر عمل کیا جائے تو خاندان اور معاشرے کے سب لوگوں کو سکون اور خوشی میسر آ سکتی ہے۔ آپؐ خود بھی اپنے خاندان اور رشتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غریب، مسکین کو صدقہ دینے سے صرف صدقے کا ثواب

ملتا ہے اور غریب رشتے دار کو دینے سے دہرا ثواب ملتا ہے۔''

ایک صاحب آپ کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔''

پوچھا: ''پھر کون؟''

فرمایا: ''تیری ماں۔''

ان صاحب نے پھر پوچھا: ''پھر کون؟''

فرمایا: ''تیری ماں۔''

تین بار آپ نے ماں ہی کو حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق بتایا۔ چوتھی بار پوچھنے پر آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی میں ہم پر سب سے زیادہ احسان ماں کا ہی ہوتا ہے۔ ہمیں پالنے اور ہماری حفاظت کرنے کے لیے جو محنت ماں کرتی ہے اور اپنے آرام کی جو قربانی ماں دیتی ہے، وہ کوئی نہیں دے سکتا۔ ماں کے بعد باپ کا درجہ ہے۔ باپ بھی اپنی اولاد کے لیے جو قربانی دیتا ہے، وہ ماں کے بعد کسی سے کم نہیں۔ حضور نے بدزبان ماں کی اطاعت اور خدمت کی بھی ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ وہ آپ کی رضاعی ماں تھیں۔ آپ نے ایک بار ان کے قبیلے کے جنگی قیدیوں کو ان کی سفارش پر رہا فرمایا تھا۔

مہمان کی خاطر مدارت بھی اچھی زندگی کا ضروری حصہ ہے۔ حضور نے مہمان کے آرام اور عزت کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے: ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے، اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے۔''

جو لوگ قریب رہتے ہیں، چاہے وہ رشتے دار نہ ہوں، لیکن رشتے داروں سے زیادہ ان سے

واسطہ پڑتا ہو، ان سے اچھے تعلقات انسان کی شرافت کا ثبوت ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے: ''مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے، جس کی بدی سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔''

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''جو شخص پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے، وہ ایمان نہیں رکھتا۔''

بہترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو نہ ستائے، بلکہ ان کے آرام کا خیال رکھے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے: ''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جو اپنے ماتحتوں پر بُری طرح افسری کرے۔''

اگر ہر شخص اپنی حیثیت کا خیال رکھے اور اس حیثیت سے اس کا جو فرض ہے وہ ادا کرتا رہے تو سب خوش رہیں گے اور کسی کو شکایت یا تکلیف نہیں ہوگی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند الفاظ میں ایک ایسا نکتہ بیان فرمادیا جس کو سمجھ لیا جائے تو ہر طرف سکون اور راحت کا دور دورہ ہوجائے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے بارے میں باز پرس (پوچھ گچھ) ہوگی، مرد اپنی بیوی کا رکھوالا ہے، اس سے اس کی پوچھ ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے، اس سے اس کی پوچھ ہوگی۔''

قرابت داروں یا رشتے داروں کا حق ادا کرنے سے معاشرے میں خوشی اور خوش حالی آتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے رشتوں کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے: ''اس اللہ سے ڈرو، جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو۔ رشتے اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔'' (سورۂ نساء آیت۔۱)

رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے سے عمر بڑھتی اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' (یعنی رشتے داروں کا حق ادا کرے)

رشتوں کا لحاظ اور احترام کرنے سے زندگی میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور محبت کے چشمے معاشرے کے باغ کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں۔ ☆

فصلِ بہار

تنویر پھول

مسرور ہے خدائی ہر شاخ لہلہائی
باغوں میں چہکے طائر گل پر بہار آئی
ہر سمت ہے مسرت ہر سُو خوشی ہے چھائی

فصلِ بہار آئی فصلِ بہار آئی

مہکے سارے گلشن گلزار جھومتے ہیں
خوش ہو کے اب تو سارے اشجار جھومتے ہیں
کوئل نے گیت گایا کلیوں نے لی جمائی

فصلِ بہار آئی فصلِ بہار آئی

بادِ صبا کے جھونکے رہ رہ کے آرہے ہیں
بھونرے بھی سارے مل کر نغمہ سنا رہے ہیں
پنجے سے اب خزاں کے سب کو ملی رہائی

فصلِ بہار آئی فصلِ بہار آئی

دنیا ہے اک گلستاں رب کی ہے شان نرالی
مالک ہے وہ ہمارا اس باغ کا ہے مالی
احسان اس کا مانو اس نے ہی دی بھلائی

فصلِ بہار آئی فصلِ بہار آئی

گلشن میں تھی اداسی مرجھا رہے تھے سب گل
آئی بہار جس دم ڈالی پہ جھومی بلبل
ہر پھول پر شجر نے اک زندگی ہے پائی

فصلِ بہار آئی فصلِ بہار آئی

بہار آئی

پروفیسر محمد ظریف خان

بہار آئی ، بہار آئی
سکون قلب و قرار لائی
خبر ہوا نے بھی ہے سنائی
بہار آئی ، بہار آئی

ہر ایک غنچہ چٹک رہا ہے
تمام گلشن مہک رہا ہے
وہ دیکھو سبزہ لہک رہا ہے
بہار آئی ، بہار آئی

ہوا ہے ٹھنڈی سہانا موسم
دکھے دلوں پر جو رکھے موسم
بتاؤں تم کو ہے کیسا عالم
بہار آئی ، بہار آئی

دعا ہے میری ، مِرے خدایا
مِرا وطن پُر بہار رکھنا
خزاں یہاں پہ نہ آنے دینا
بہار آئی ، بہار آئی

یادگار دن

سائرہ خان

ہندستان میں انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھین کر ہمیں اپنا غلام بنا لیا تھا۔ ہندستان کے لوگوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی اور اپنی کھوئی ہوئی آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کو انگریزوں نے ''غدر'' کے نام سے مشہور کر دیا، لیکن دراصل یہ غدر نہیں تھا، بلکہ پہلی جنگِ آزادی تھی، جو منظم نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوئی۔ اس کے بعد ایک عرصے تک ہندستان کے مسلمان خاموش رہے اور انگریز حکومت کرتے رہے، لیکن مسلمان غلامی پر کبھی راضی اور خوش نہیں رہ سکتے۔ چناں چہ ان میں ایسے رہنما پیدا ہوئے جنھوں نے قوم کو غلامی کے نقصانات بتانے شروع کیے اور سمجھایا کہ آزادی کے بغیر زندگی بے مزہ ہے۔ غلام قومیں نہ ترقی کر سکتی ہیں، نہ دنیا میں عزت اور وقار حاصل کر سکتی ہیں۔

ان مسلمان رہنماؤں نے آزادی کی آواز بڑے جوش اور اعتماد کے ساتھ بلند کی اور بڑی قربانیاں دیں۔ قید و بند کی مشکلات برداشت کیں۔ پہلے مسلمان اور ہندو ہم خیال تھے اور دونوں غلامی کا طوق اپنی گردن سے اُتار کر پھینک دینا چاہتے تھے، لیکن بعد میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے طرزِ عمل سے شکایتیں پیدا ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کو صحیح معنوں میں آزادی اس وقت حاصل ہوگی جب ان کی اپنی حکومت ہو اور ملک کا انتظام اپنے مذہب اور اپنی مرضی کے مطابق چلا سکیں۔

ہندستان (یعنی موجودہ بھارت، بنگلہ دیش اور پاکستان) میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ہندوؤں کی زیادہ تھی۔ اس لیے سارے ملک کی حکومت صرف مسلمانوں کو نہیں مل سکتی تھی

اور اگر انگریزوں کے جانے کے بعد صرف ایک ہی حکومت قائم ہوتی تو اس میں ہندوؤں کا اثر زیادہ ہوتا، اس لیے اُس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت مسلم لیگ نے ملک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی علاحدہ حکومتوں کا مطالبہ کیا۔ جب ہندستان کے مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کی حامی ہوگئی تو قائداعظم کی رہنمائی میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ یہ قرارداد ۲۳-مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں پیش ہوئی۔ اس میں مطالبہ کیا گیا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، ان میں مسلمانوں کی آزاد خودمختار حکومتیں قائم کی جائیں۔ یہی قرارداد ''قراردادِ پاکستان'' کے نام سے مشہور ہے۔

ہماری آزادی کی تاریخ میں ۲۳-مارچ ۱۹۴۰ء کو اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ اس کے بعد تمام مسلمان یک سوئی کے ساتھ مسلم لیگ کے اس مطالبے کے حامی ہو گئے اور مسلم لیگ نے قائداعظم کی بے مثال قیادت میں زبردست جدوجہد شروع کر دی۔ اس جدوجہد کو کامیابی نصیب ہوئی اور اللہ کے فضل سے پاکستان بن گیا۔ پاکستان جب بنا تو مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک تھا اور دنیا میں اس کا پانچواں نمبر تھا۔

آج اس قرارداد کو منظور ہوئے ۶۲ سال ہو چکے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ہم آزادی کی فضا میں اتنے سال گزار چکے ہیں، ہمارا سفر کس سمت میں ہونا چاہیے؟ ہمارے راہنماؤں نے کیا سوچا تھا؟ وہ ہمیں کیا بنانا چاہتے تھے اور ہم کیا بن گئے؟ ہمارے استحکام اور ترقی کی کیا صورتیں ہیں؟ اب ہماری منزل کیا ہے اور ہمارے خواب کیا ہیں؟ علامہ اقبال نے جو خواب دیکھا تھا اور جس کو قائداعظم نے سچ کر دکھایا تھا، کیا ہم نے اس کی قدر کی؟ کیا پاکستان میں ہم نے ایک پُرامن اور پُرمحبت معاشرہ قائم کیا، جہاں جہالت، بیماری اور غربت سے آزادی ہو۔ جہاں ہماری اسلامی تہذیب کا دور دورہ ہو؟

آج ۲۳-مارچ کے یادگار موقع پر جب ننھے منے پاکستانی مینارِ پاکستان کے نیچے

کھڑے ہو کر اسے دیکھتے ہیں تو میں سوچتی ہوں کہ ہمارے قائد کا حوصلہ کتنا بلند تھا، اس مینار سے بھی بہت بلند۔ کیا ہم نے اس بلندی کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کی؟ پھر میں سوچتی ہوں کہ نہیں یہ ننھے منے سچے پاکستانی ہیں۔ یہ پاکستان کو اسی بلندی پر لے جائیں گے، جس بلندی پر ہمارے راہنماؤں کی نظر تھی۔ ☆

اشاعت سے معذرت

☆ **کراچی:** ایک کا ڈبل، نیا سال، شُکر، دودھ فروش کا خیالی پلاؤ، سر سید احمد خاں، بچوں کے محسنؒ، چھوٹی چھوٹی باتیں، ہم اور ہمارا بکرا، وقت کا ضیاع، سچی خوشی، ایسا بھی ہوتا ہے، روشنی کی کرن، قائد کا پاکستان، طاقت، راہِ راست، بلند حوصلے۔ **نظمیں:** بارش، عید آئی ہے، ٹھس ٹھس، پہاڑا، لاڈلے بلی خالہ کے ☆ **حیدر آباد:** احسان کا بدلہ، تھر کی سیر، پکا وعدہ ☆ **ٹنڈو الہیار:** زندگی کا موجودہ حال، اے خدا قدرت تیری (حمد)، کب تک بھٹکتے رہو گے مسلمانو (نظم) ☆ **سانگھڑ:** مرید کی اصلاح ☆ **نوشہرو فیروز:** پودے (نظم) ☆ **شکار پور:** پانچ صدیوں بعد ☆ **میر پور ساکرو:** دہشت گردی (نظم) ☆ **میر پور خاص:** بہادر لڑکا ☆ **لاہور:** سزا، بنکو بندر، ڈاکو کی بات، محبت کی نظر، نیار کشا، پہلی شہادت، پان والے چاچو، اچھا بچہ (نظم) ☆ **گوجرانوالہ:** الجھن ☆ **حافظ آباد:** ہر جان کے والی (حمد) ☆ **فیصل آباد:** عقل مند نوکر ☆ **برج منڈی:** شہزادہ شاہ میر اور غریب عروج، بادشاہ گل فام اور شہزادہ ہارون ☆ **سیالکوٹ:** عظیم آدمی ☆ **منڈی فیض آباد:** صبر اچھی چیز ہے (نظم) ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** جب بھی میں نے پڑھا (نظم) ☆ **جھنگ:** کام یابی کس میں ہے؟ ماں کی عظمت، شامی اور جامی، قدیر خاں تجھے سلام (نظم) ☆ **ساہیوال:** آسیب زدہ مکان ☆ **ملکوال (گجرات):** دعا ہے میری مسکراؤ سدا تم، نونہال (نظمیں) ☆ **سرگودھا:** ٹیڑھی کھیر ☆ **بھیرہ:** آنکھیں بھیگ جاتی ہیں (نظم) ☆ **ملتان:** چور کو مور، آؤ ایک عہد کریں، پہچان، بُرے کے ساتھ بھلا، صحت مند رہو، ماں کی اطاعت ☆ **جنڈانوالہ (بھکر):** ہیرا اور گلاب ☆ **فاضل پور (راجن پور):** لالچ کی سزا ☆ **رحیم یار خان:** نیت کا پھل ☆ **ڈیرہ غازی خان:** پہلی خوشی ☆ **کوٹ سادات (وہاڑی):** شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید (نظم) ☆ **اسکندر آباد (میانوالی):** مسکرائیے ☆ **کہروڑ پکا (لودھراں):** دو باتیں، سچی خوشی ☆ **اسلام آباد:** ماموں بخشو، ایٹم بم کی تاریخ، صورت اور سیرت ☆ **راولپنڈی:** خواہش، جنگل کہانی، اونچی آواز میں کلمہ طیبہ پڑھنا، استاد (نظم) ☆ **تربت:** کھیل اور پڑھائی، صبح کا منظر (نظم) ☆ **گوادر:** نافرمانی کی سزا ☆ **حب چوکی:** آدھا کمبل ☆ **بوھر کٹور گمنہ:** اونٹ کے گلے میں بلی، اپنے گھر کی سوکھی روٹی بہتر ہے ☆ **دشت کوہک:** وقت کی پابندی، دو دوست ☆ **ایبٹ آباد:** ناصر کی خواہش، یہ پیارے پیارے بچے (نظم) ☆ **ہری پور:** محنت میں عظمت، مجاہد کی دعا (نظم) ☆ **بارکھان:** شالو اور مالو ☆ **نوشہرو:** ہماری قومی زبان، چالاک بھیڑیا ☆ **جہانگیرہ (نوشہرہ):** مالڈووا، ماریطانیہ، نونہال خبر نامہ ☆ **بھمبر (آزاد کشمیر):** بھائی بھلکڑ (نظم) ☆ **ڈڈیال (آزاد کشمیر):** عقل مند وزیر ☆ **مقام ندارد:** تعلیم کی اہمیت، تعویز گنڈا، ملو اور ٹلو، دوستی، چند دنوں کی بہار، ٹھنڈا ٹھار لیموں کا شربت، عید کا تحفہ، کہا بڑوں کا مانو (نظم)۔ ☆

سپاٹ پاؤں جس کے نیچے محراب نہیں ہے۔

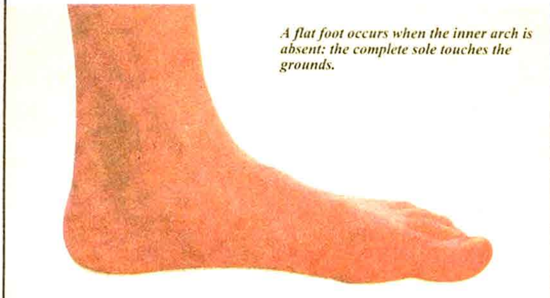

اس پاؤں کے نیچے والی محراب اوپر والی محراب سے اونچی ہے۔

میں تمھارا پاؤں ہوں

شہید حکیم محمد سعید

نونہالو! یہ بات تو تم آسانی سے سمجھ سکتے ہو کہ میں تمھارے بدن کا پورا بوجھ اٹھاتا ہوں۔ اگر تم فی منٹ ۱۰۰ بار قدم اُٹھاتے ہو تو میں ۱۰۰ بار تمھارے وزن کا دھچکا برداشت کرتا ہوں۔ اگر ایک محتاط اندازہ لگایا جائے کہ ایک آدمی اپنی عمر میں ۶۵ ہزار میل چلتا ہے تو پھر تمھیں میری کارکردگی پر بہت تعجب ہوگا۔

ایک پاؤں میں ۲۶ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ان ہڈیوں سے گوشت کے ۱۹ پٹھے (عضلات=MUSCLES) جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ہڈیوں اور عضلات کو باندھ رکھنے کے لیے ۱۰۷ رباط (بندھن) کام کرتے ہیں۔ اس

کے علاوہ پاؤں کے اندر اعصاب (NERVES) کا زبردست جال بچھا ہوتا ہے۔ ذرا پاؤں ڈگمگائے تو حِسّی عصب دماغ کو اس کی اطلاع کرتا ہے۔ دماغ فوراً حرکی عصب کے ذریعے سے حکم دیتا ہے: ''فلاں عضلہ (پٹھا) سکڑے، فلاں پھیلے، فلاں فلاں حصے توازن پیدا کریں۔'' یہ کام سیکنڈوں میں ہو جاتا ہے اور توازن قائم ہو جاتا ہے۔

ایڑیاں، پنجہ، تلوا اور اوپر کی ہڈیاں جن میں ٹخنے بھی شامل ہیں، سب کے سب وزن اٹھانے اور جسم کا توازن رکھنے میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور جب تم دوڑنے لگتے ہو تو پیر کی مشینری اتنی ہی تیز رفتار سے اپنا کام کرتی ہے۔

تم اکثر سوچتے ہو گے کہ لاکھوں بار کی حرکت سے پیر کے حصے گھس کیوں نہیں جاتے؟ یہ سوال ہر منکر اور کافر کو اس بات پر ایمان لانے پر مجبور کر دیتا ہے کہ انسانی جسم کی پیچیدہ مشین صرف اللہ کی ذات ہی بنا اور چلا سکتی ہے۔ انسانی عقل کا تو یہ عالم ہے کہ اگر انسانی جسم میں کسی ایک مقام یا نقطے میں درد ہو تو سائنس کا کوئی آلہ یہ نہیں بتا سکتا کہ درد کہاں ہے۔

انسان کا دو پیروں پر کھڑا ہونا اور چلنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ جب تم چھوٹے بچے تھے تو تمھیں تمھارے ماں باپ نے آہستہ آہستہ پہلے گھٹنوں گھٹنوں چلنا سکھایا، پھر کھڑا ہونا سکھایا اور پھر وہ وقت آیا کہ تم دوڑنے بھاگنے لگے۔ پیر کی انگلیوں کو سیدھا رکھنا اور انھیں زمین سے ملا کر رکھنا، ٹھیک طریقے سے کھڑا ہونا، یہ تمام تربیت تمھیں اس قابل بنا دیتی ہے کہ تم ستر، اسی سال تک اس تربیت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہو۔

پیروں کی صحت کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جوتا ہمیشہ مناسب سائز کا ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے کہ کہیں سے پاؤں نہ دبے، کہیں سے نہ ٹیس اٹھے، نہ درد ہو۔ کسی جوتے فروش کی یہ بات نہیں ماننی چاہیے کہ یہ جوتا تمھیں تنگ نظر آ رہا ہے، بعد میں کھل جائے گا۔ جب تم جوتا خریدتے ہو، اسی وقت جوتا آرام دہ ہونا چاہیے۔

بچوں کے پاؤں تو ہر دو ماہ میں بڑھ جاتے ہیں، اس لیے ان کے جوتے بار بار بدلنے چاہییں۔ جس جوتے سے پیر چھل جاتے ہیں، یا پنجہ سکڑ کر درد کرتا ہے، وہ کبھی استعمال نہیں کرنے چاہییں۔ پیر کے زخمی ہونے سے دردِ سر اور کمر کا درد پیدا ہو سکتا ہے اور نفسیاتی طور پر بھی پریشانی پیدا ہو سکتی ہے۔

عورتوں کے اونچی ایڑی والے جوتے سخت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ ان جوتوں کی وجہ سے ان کی پنڈلی کے عضلات سکڑ کر سوُج جاتے ہیں۔ وہ درد میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ٹانگوں میں اینٹھن ہوتی ہے، کھچاؤ پیدا ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے پیروں اور پنڈلیوں میں توازن نہیں رہتا۔

ہر روز پیروں کو کم از کم دو مرتبہ خوب دھونا چاہیے۔ موزے نہ تنگ ہوں نہ بہت کھلے۔ ان میں کسی جگہ کوئی گرہ یا سلوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ پیروں کی تکلیفوں میں سب سے عام گٹھے ہیں۔ انھیں گوکھرو بھی کہتے ہیں۔ اس میں پیروں کے تلووں میں پتھر کی طرح سخت ریشہ بن جاتا ہے۔ اس کے لیے سب سے ضروری چیز تو یہ ہے کہ تم اسے خود بلیڈ وغیرہ سے نہ کاٹو۔ نہ اس پر کسی قسم کا تیزاب لگاؤ۔ یہ کام معالج پر چھوڑ دو۔ اس تکلیف سے بچنے کی احتیاط یہ ہے کہ صحیح سائز کے جوتے پہنے جائیں۔ موزے بھی آرام دہ ہوں۔ پیروں کو صبح شام اچھی طرح دھویا جائے۔ موزے ہمیشہ پیروں کو خشک کر کے پہننے چاہییں۔

بعض اوقات ناخن بھی اندر کی طرف مڑ کر گوشت میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے بھی معالج سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

پیروں کی بہترین اور فطری ورزش ننگے پاؤں سبزے پر چلنا ہے۔ صبح نہار منھ اس قسم کی ورزش دل کو فرحت بخشتی ہے، وزن کو کم کرتی ہے، پیروں کو تن درست رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ تمھیں ہشاش بشاش بناتی ہے۔ ★

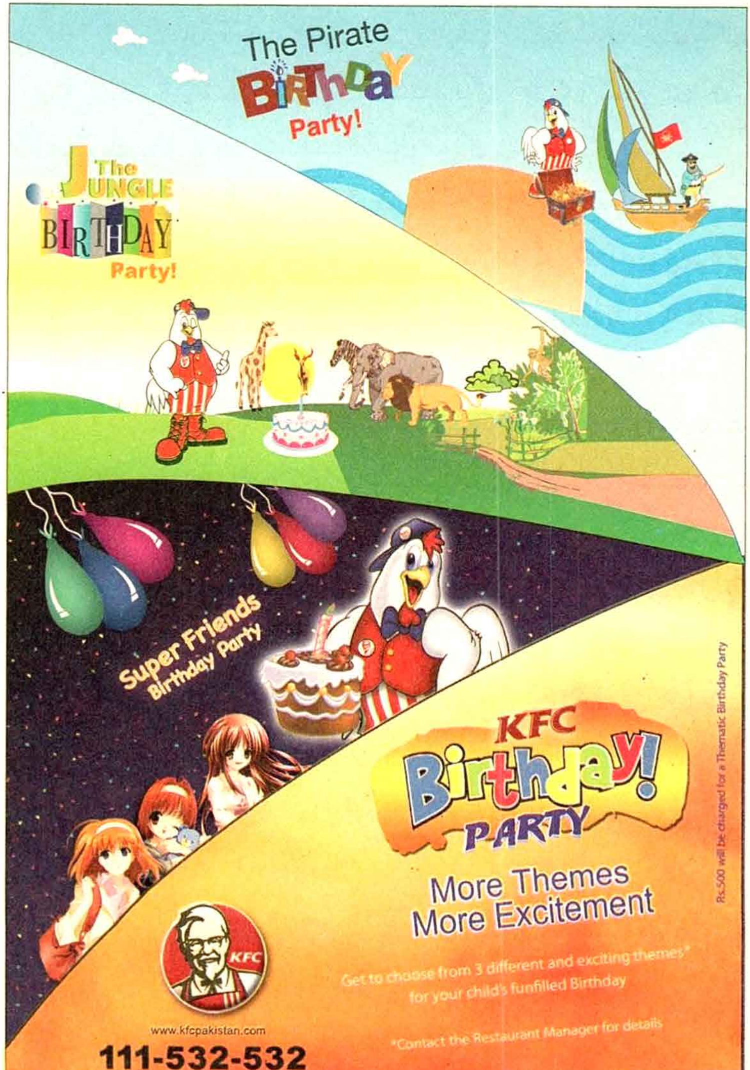

The Pirate
BIRTHDAY
Party!
The JUNGLE
BIRTHDAY
Party!
Super Friends
Birthday Party
KFC
Birthday!
PARTY
More Themes
More Excitement
Get to choose from 3 different and exciting themes*
for your child's funfilled Birthday
*Contact the Restaurant Manager for details
Rs.500 will be charged for a Thematic Birthday Party
KFC
www.kfcpakistan.com
111-532-532

دل کی آواز

حسن ذکی کاظمی

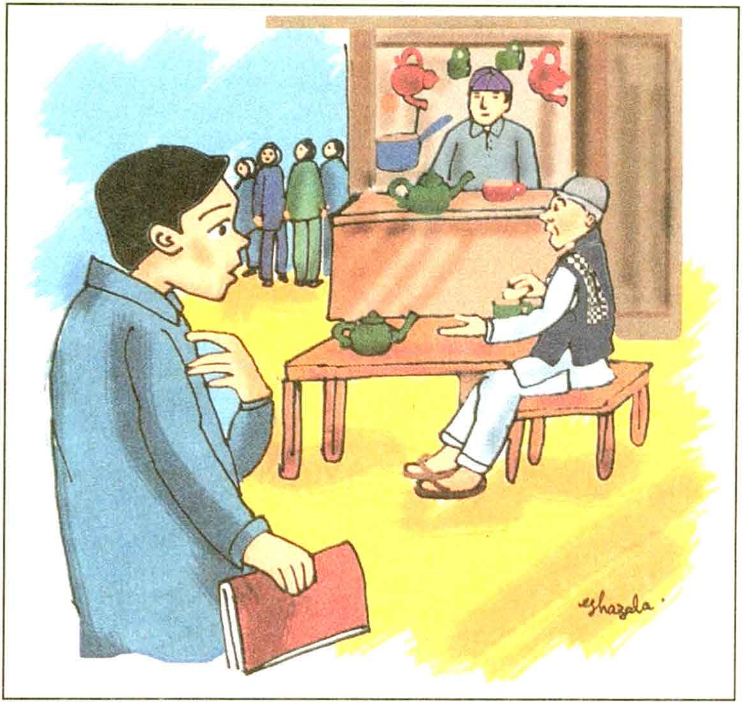

سعد اپنے دفتر کی کینٹین میں داخل ہوا تو فوراً ہی اس کی نظر سامنے میز پر بیٹھے ہوئے بزرگ پر پڑی۔ وہ میز پر اکیلے بیٹھے چائے کی پیالی میں ڈبل روٹی کا سلائس ڈبو کر کھا رہے تھے۔ سعد نے انھیں پہچاننے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ وہ ان کے قریب پہنچا اور بولا: ''معاف کیجیے گا، آپ اسد اللہ صاحب ہیں نا؟''

بزرگ اپنی جگہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور سعد کو غور سے دیکھتے ہوئے بولے: ''چاند! تم نے مجھے کیسے پہچانا؟''

سعد نے کہا: ''شیخ صاحب! آپ نے مجھے نہیں پہچانا، لیکن میں نے آپ کو ایک نظر میں پہچان لیا۔ میں تقی حسن صاحب وکیل کا بیٹا اور نواب اصغر کا بھانجا ہوں۔''

شیخ صاحب نے بچا ہوا سلائس پلیٹ میں رکھ دیا اور سعد کو اپنے سے لپٹا لیا اور پھر اسے ایسا بھینچا کہ اس کی پسلیاں دُکھنے لگیں۔ ساتھ ساتھ شیخ صاحب نے اس کے ماتھے اور گالوں پر پیار کی بھرمار کر دی اور ایسا روئے کہ کینٹین میں بیٹھے دوسرے لوگ اُدھر متوجہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد شیخ صاحب کی طبیعت کو قرار آیا تو وہ بیٹھ گئے اور سعد سے بھی بیٹھنے کو کہا۔ بچا ہوا سلائس چائے میں ڈبو کر منھ میں رکھا، پھر چائے کی پیالی منھ سے لگا کر بچی ہوئی چائے ایک گھونٹ میں پی گئے۔ اس کے بعد کندھے پر پڑا ہوا بڑا سا رومال اُتار کر پہلے اس سے آنکھیں پونچھیں اور پھر منھ صاف کیا۔

شیخ صاحب نے بڑی محبت سے سعد کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی: ''وکیل صاحب کیسے ہیں؟ ہمارے نواب صاحب کہاں ہیں؟ تم لوگ پاکستان کب آئے؟ سب لوگ خیریت سے تو ہیں نا؟ کون کہاں رہ رہا ہے؟'' ان تمام سوالوں کا جواب ملنے کے بعد شیخ صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولے: ''چاند! کیا بتاؤں تمھیں؟ گھر اُجڑا، محلّہ اُجڑا، دہلی اُجڑی۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ کیا دوست، کیا عزیز، سب تتر بتر ہو گئے۔ بس رہے نام اللہ کا۔''

شیخ صاحب، سعد سے باتیں بھی کرتے رہے اور اس زور شور سے آنسو بھی بہاتے رہے، جیسے بہت دن سے انھوں نے ان آنسوؤں کے آگے ایک بند باندھا ہوا تھا، جو آج ٹوٹ گیا ہو۔ خلاصہ اس گفتگو کا یہ تھا کہ شیخ صاحب ۱۹۴۷ء میں فسادات سے بچتے بچاتے پہلے لاہور اور پھر کراچی پہنچے۔ وہاں انھیں سر چھپانے کی جگہ مل گئی۔ ان کا بیٹا عبداللہ، سعد کے دفتر میں کلرک

تھا۔ صحت اس کی بہت خراب رہتی تھی اور لاہور میں وہ اکیلا تھا۔ اخراجات بھی یہاں زیادہ تھے۔ اگر اس کا کراچی تبادلہ ہو جاتا اور سب ساتھ رہتے تو بچت بھی ہو جاتی اور اس کی دیکھ بھال بھی اچھی طرح ہوتی۔ لہٰذا وہ اس کے تبادلے کی کوشش میں لاہور آئے ہوئے تھے۔

شام کو سعد کے بتائے ہوئے پتے پر شیخ صاحب آئے اور وکیل صاحب اور اصغر ماموں سے بڑی لمبی ملاقات رہی۔ شیخ صاحب دراصل سعد کے ماموں نواب اصغر کے قریبی دوست تھے اور دہلی میں ان کے گھر ایک دوسرے سے زیادہ دور نہ تھے۔ وکیل صاحب میرٹھ میں رہتے تھے۔ جب ان کا دہلی جانا ہوتا تو شیخ صاحب سے ملاقات ہو جاتی۔ سعد بھی جب اسکول کالج کی چھٹی میں دہلی جاتا تو شیخ صاحب سے ضرور ملاقات ہوتی تھی۔

دہلی میں شیخ صاحب کا لکڑی کا کارخانہ تھا۔ اچھی آمدنی تھی اور شیخ صاحب کا شمار کھاتے پیتے لوگوں میں تھا۔ وہ بڑے خوش لباس انسان تھے۔ کلف لگا ہوا سفید کرتا، شلوار، کالی یا

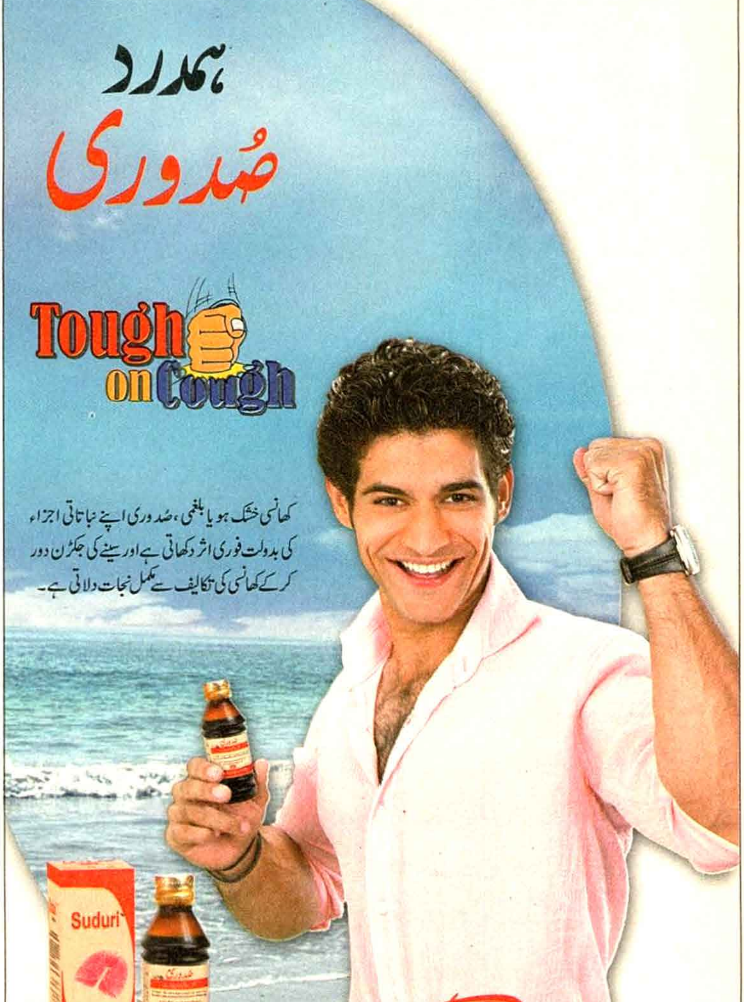

ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صُدوری اپنے نباتاتی اجزاء
کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور
کرکے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
Suduri
شوگر فری میں بھی
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
Blitz DDB

سلیٹی واسکٹ، سر پر قراقلی ٹوپی، پیر میں پمپ شو اور کندھے پر بڑا سا رومال۔ شیخ صاحب خود بھی کھانے پینے کے شوقین تھے اور لوگوں کو کھلانے اور خاطر تواضع کرنے میں بھی حاتم طائی کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ سعد جب بھی دہلی سے واپس میرٹھ آتا تو شیخ صاحب گھر کے لیے پھلوں کا ایک ٹوکرا اور حبشی حلوے اور حلوہ سوہن کا ڈبا ضرور ساتھ کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آج جب سے سعد نے کینٹین میں شیخ صاحب کو دیکھا تھا، اس کے ذہن پر ایک بوجھ تھا۔ اس کے دماغ میں مسلسل ایک سوال ابھر رہا تھا: ''یہ ہو کیا گیا...... یہ ہو کیا گیا؟'' کلف والے شفاف کرتے شلوار کی جگہ ایک مل گجا سا جوڑا اور اس پر دھبے لگی واسکٹ، پیروں میں معمولی چپل اور سر پر کپڑے کی ٹوپی اور پھر چائے کی پیالی میں سادے توس ڈبو ڈبو کر کھانا۔ یا اللہ! یہ کیسا انقلاب آ گیا؟

سعد نے شیخ صاحب کے جانے کے بعد اپنے ابو سے پوچھا: ''ابا جان! یہ شیخ صاحب کی کیا حالت ہو گئی؟''

وکیل صاحب نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''بیٹے! تم ایک شیخ صاحب کی بات کرتے ہو، نہ جانے کتنے شیخ صاحب کیا سے کیا ہو گئے۔ میں خود حیران تھا، لیکن نہ شیخ اسد نے کچھ بتایا اور نہ میں نے ہی کریدنا مناسب سمجھا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔''

سعد نے ماموں سے معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ٹال گئے اور شیخ صاحب کی یہ پریشاں حالی عرصے تک اس کے لیے ایک معما بنی رہی۔ شیخ صاحب واپس کراچی گئے۔ کچھ دن تک ان کے بیٹے سے ان کی خیریت معلوم ہوتی رہی۔ پھر اس کا بھی کراچی تبادلہ ہو گیا اور یہ رابطہ ایک بار پھر ٹوٹ گیا۔

سال بھر بعد ایک ٹریننگ کورس کے لیے سعد کو کراچی جانے کا موقع ملا۔ عبداللہ نے تبادلے کے وقت اپنا جو پتا سعد کو دیا تھا، وہ اس کی نوٹ بک میں لکھا تھا۔ ایک دن سعد کو ذرا فرصت تھی۔ سوچا، پیر الٰہی بخش کالونی جا کر شیخ اسد اللہ اور عبداللہ سے ملاقات کی جائے۔ یہ کالونی

پاکستان بننے کے کچھ ہی دن بعد آباد ہوگئی تھی اور اسی کالونی کے دو کمرے والے ایک کوارٹر میں شیخ اسد، ان کی اہلیہ، بیٹا، بہو، چھوٹا بیٹا اور پوتی زندگی کے دن گزار رہے تھے۔

سعد نے یہ کوارٹر دیکھا تو اسے شیخ صاحب کا دریا گنج والا کشادہ مکان یاد آ گیا اور ایک بار پھر اس کے ذہن میں یہ سوال گونجنے لگا: ''یہ ہو کیا گیا...... یہ ہو کیا گیا؟''

اس پریشاں حالی کے باوجود شیخ صاحب کی خاطر تواضع کرنے کی عادت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ وہ سعد کے آنے سے اس قدر خوش تھے کہ بس بچھے جا رہے تھے۔ جونہی سعد جانے کو اٹھتا، وہ ہاتھ پکڑ لیتے اور کہتے: ''چاند! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم گھر آؤ اور کھانا کھائے بنا چلے جاؤ۔ ارے میاں! جو دال روٹی ہم کھائیں گے، تم بھی کھا لینا۔'' سعد کو شیخ اسد کی بات ماننا پڑی، لیکن دسترخوان پر دال روٹی کے ساتھ جو لوازمات تھے، انھیں دیکھ کر سعد شرمندہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں نے شیخ صاحب پر کتنا بوجھ ڈال دیا۔ گولے کے کباب تھے، قورما اور لال لال روٹی تھی، بریانی تھی اور ربڑی تھی۔ کھانا ختم ہوا تو موقع پا کر سعد نے پوچھ ہی لیا: ''شیخ صاحب! وہ دہلی میں جو آپ کا گھر تھا اور وہ جو کارخانہ تھا، اس کے بدلے میں یہاں آپ کو......''

ابھی سعد کا جملہ مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ شیخ صاحب بول پڑے: ''کیوں نہیں ملا؟ ارے برخوردار! یہ اتنا بڑا ملک مل گیا، اس کے بدلے میں اور تم پوچھ رہے ہو کیا ملا؟''

سعد نے کریدا: ''شیخ صاحب! ملک تو ہم سب کو ہی ملا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ دہلی میں آپ کے ٹھاٹھ کچھ اور تھے اور یہاں......''

شیخ صاحب نے پھر بات کاٹی: ''میرے پیارے! ایک بات یاد رکھو، اللہ تعالیٰ جب کسی کو دینا چاہتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جب وہ ہاتھ روک لیتا ہے تو اسے کوئی دینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ وہ مرضی کا مالک ہے۔ جب تک وہ دیتا رہا اور نعمتوں سے میرا دامن بھرتا رہا، میں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ مجھ گناہ گار پر یہ عنایت کیوں ہے۔ اب جب کہ اس نے ہاتھ روک لیا تو میں اس سے شکایت کیوں کروں؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ میرے دل کو یقین ہے اور سو فی صد یقین

ہے کہ ایک بار پھر مجھ حقیر بندے پر اس کی عنایتوں کی بارش ہوگی۔ کب اور کیسے؟ یہ تو وہی جانتا ہے۔ میں تو بس امید لگائے بیٹھا ہوں۔''

شیخ صاحب نے سعد کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹال دیا اور یہ بات پھر معما ہی رہی کہ ان کے حالات میں تبدیلی کیسے آئی؟ کراچی میں قیام کے دوران سعد کی شیخ صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور آخر ایک دن وہ یہ معما حل کرنے میں کام یاب ہو ہی گیا۔

ایک ملاقات کے دوران سعد نے ایسا کریدا کہ شیخ صاحب کے پاس بتانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ کہنے لگے: ''تو تمھارے ماموں اصغر نے تمھیں کچھ نہیں بتایا؟''

سعد نے نہیں میں سر ہلایا تو کچھ سوچ کر بولے: ''اچھا تم نہیں مانتے تو پھر سنو۔ کہانی لمبی ہے، لیکن چند جملوں میں تمھیں پوری بات بتائے دیتا ہوں۔ واجد علی کو تو دیکھا تھا تم نے؟ وہ دہلی میں میرے جگری دوست تھے۔ تمھارے ماموں کا بھی ملنا جلنا تھا، لیکن میری اور واجد کی تو دانت کاٹی روٹی تھی۔''

سعد نے کہا: ''اچھا وہ گھونگریالے بالوں والے، گورے چٹے، سنہری فریم کی عینک لگائے۔'' شیخ صاحب گردن ہلاتے اور ہاں ہاں کرتے رہے اور سعد بولتا رہا: ''خشخشی داڑھی تھی اور بھاری سی آواز تھی۔ میں ان سے آپ کے گھر بھی ملا تھا اور وہ ایک دفعہ کسی مقدمے کے سلسلے میں ابا جان کے پاس آئے تھے۔''

شیخ صاحب نے کہانی شروع کی: ''۱۹۴۷ء تقریباً آدھا گزر چکا تھا۔ دہلی میں دنگا فساد شروع ہو گیا تھا۔ میں نے پاکستان آنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ واجد کا دلی چھوڑنے کا کوئی خیال نہ تھا۔ میں نے اپنا مکان اور کارخانہ بیچنے کی بہت کوشش کی، لیکن اس افراتفری کے زمانے میں کون قیمت لگاتا اور کون خریدتا۔ بس میاں! اِدھر پاکستان بنا اور اُدھر میں نے دہلی چھوڑی۔ مکان اور کارخانہ اللہ کے سپرد کیا۔ چابیاں اور ان کے کاغذات واجد علی کے حوالے کیے اور ایک مختار نامہ بھی ان کے نام بنوا کر یہ دستاویز ان کے ہاتھ میں دی اور بس چل دیا، اللہ کا نام لے کر۔

سوچ کر تو یہ آیا تھا کہ حالات ذرا ٹھیک ہوں گے تو دہلی جا کر مکان اور کارخانے کو بیچوں گا، لیکن نہ تو حالات ہی جلد ٹھیک ہوئے اور نہ یہاں آ کر یہاں کی پریشانیوں سے فرصت ملی۔ مکان تو بند پڑا تھا، کارخانہ واجد علی نے کسی نہ کسی طرح ٹھیکے پر دے دیا تھا۔ جب تک لاہور میں رہا اور واجد علی ایک ذریعے سے تھوڑی بہت رقم بھیجتے رہتے۔ پھر کراچی آیا تو یہ پیسہ آنا بھی بند ہو گیا۔ بیٹا بیمار اور بے روزگار۔ میں کسی ملازمت کے لائق نہیں۔ بزنس کے لیے گرہ میں پیسہ نہیں۔ مشکل سے بیٹے کو نوکری ملی، وہ بھی لاہور میں۔ اس کے بیوی بچے کراچی میں ہمارے پاس تھے۔ سر چھپانے کو یہ کوارٹر الاٹ ہو گیا اور میں نے پیٹ بھرنے کے لیے ایک چھوٹی سی دکان کھول لی، لیکن واجد علی جو رقم بھیج رہے تھے، اس کے بند ہونے سے بڑی تنگی ہو گئی۔ بس یہ ہے میری کہانی۔''

سعد نے کہا: ''لیکن شیخ صاحب! کہانی تو بالکل ادھوری ہے۔ آپ نے نہ واجد صاحب کا پتا لگایا اور نہ گھر اور کارخانے کی خبر لی؟''

شیخ صاحب کچھ اس انداز سے بولے، جیسے زیادہ بتانا نہ چاہتے ہوں: ''بس وہ ایسا ہوا کہ جب واجد علی کا کوئی خط وغیرہ نہیں آیا بہت دن تک، تو میں نے دہلی میں معلومات کرائیں۔ پتا چلا کہ واجد علی ہمارے پاکستان آنے کے کچھ عرصے بعد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ لندن چلے گئے، جہاں ان کی بیوی کے ماموں بیس سال سے رہتے تھے۔ چلو، اب تو خوش ہو۔ کہانی پوری ہو گئی۔''

سعد نے پھر کریدا: ''شیخ صاحب! وہ گھر کہاں گیا؟ کارخانہ کدھر گیا؟ کچھ تو بتایئے۔''

شیخ صاحب نے سر سے ٹوپی اتار کر سر کھجایا اور بولے: ''وہ اپنے واجد علی کی تو بڑی جان پہچان تھی۔ بڑا اثر رسوخ تھا۔ مکان اور کارخانے کے کاغذات بھی ان کے پاس تھے اور میرا مختار نامہ بھی۔ گھر اور کارخانہ انھوں نے بیچ دیا اور...... اور اس کے آگے کچھ معلوم نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراچی کا پتا تو واجد کے پاس تھا نہیں۔ رابطہ کیسے کرتے؟ رقم ساتھ لندن لے گئے ہوں گے۔ میرے پاس ان کا لندن کا پتا نہیں۔ سب کہتے ہیں، رقم ڈوب گئی، لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ بیٹے سعد! بچپن کا دوست، جگری دوست، بس یوں سمجھ لو کہ میں واجد علی پر شک کروں تو جیسے خود اپنی ذات پر شک کروں یا عبداللہ پر شک

کروں۔ میں کہتا ہوں، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ واجد علی مجھ سے دھوکا کرے۔ یہ ناممکن ہے۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے، میرا دوست مجھ سے ایسا نہیں کر سکتا۔ تم یقین جانو، مجھے نہ گھر اور کارخانے کا غم ہے اور نہ پیسے کی پروا۔ میرا دل تو بس واجد علی کی خیریت معلوم کرنے اور اس سے ملنے کو تڑپتا ہے۔ اللہ کرے وہ زندہ سلامت ہو اور زندگی میں ایک بار مجھ سے مل لے۔''

سعد نے پوچھا: ''تو آپ نے مکان اور کارخانے کا کوئی کلیم بھی نہیں کیا یعنی اس کے بدلے یہاں پاکستان میں کوئی جائیداد......''

شیخ صاحب نے بات کاٹی: ''واہ میاں وا! یہ لمبی سفید داڑھی شیخ جی کی اور یہ دھوکا بازی...... ارے میری جان! وہ مکان اور کارخانہ میں نے واجد علی کے حوالے کیا اور انھوں نے بیچ کر رقم حاصل کر لی۔ پھر میرا اس پر کیا دعوا رہ گیا، جو اس کے بدلے یہاں کچھ لوں۔'' یہ کہہ کر شیخ صاحب نے زور کا قہقہہ لگایا اور بولے: ''چھوڑو اس قصے کو، بس تم تو یہ دعا کرو کہ میرے دوست کو اللہ مجھ سے ملا دے۔''

سعد کچھ دن بعد لاہور آ گیا اور شیخ صاحب سے رابطہ پھر ختم ہو گیا۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا اور ڈیڑھ دو سال بعد سعد کا پھر کراچی کا چکر لگا۔ کراچی پہنچنے کے تین چار دن بعد اسے شیخ صاحب کی یاد آئی۔ وہ شام کو اسی پتے پر پیر الٰہی بخش کالونی پہنچا۔ دروازے پر دستک دی تو ایک نوجوان باہر آیا۔ سعد نے اپنا نام بتایا اور شیخ اسد اللہ یا عبداللہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

نوجوان نے حیرت سے سعد کو دیکھا اور سوال کیا: ''آپ کا ان لوگوں سے کتنے دن سے رابطہ نہیں ہوا؟ آپ کو کچھ نہیں معلوم؟''

سعد کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور اس نے منھ ہی منھ میں کہا: ''یا اللہ خیر!'' اور پھر اس نے نہیں میں سر ہلا دیا۔

نوجوان بولا: ''جناب! وہ تو سات آٹھ ماہ پہلے PECHS میں چلے گئے۔ وہ جو نئی سوسائٹی بن رہی ہے، وہاں انھوں نے گھر خرید لیا ہے۔ ٹھیریے، میں ان کا پتا اور ٹیلے فون نمبر لاتا ہوں اندر سے، ان کے پاس ٹیلے فون بھی ہے۔'' یہ کہہ کر نوجوان اندر گیا اور چند منٹ میں واپس آ کر ایک کاغذ سعد کو

پکڑاتے ہوئے بولا: ''اس میں ان کے بنگلے کا پتا اور ان کی دکان ''دہلی اسٹور'' کا پتا دونوں لکھے ہوئے ہیں اور دونوں جگہ کے فون نمبر بھی۔''

سعد نے کاغذ پر نظر ڈالی اور منھ ہی منھ میں کہا: ''یہ کیا ہو گیا؟''

دوسرے دن شام کو سعد، شیخ صاحب کی کوٹھی میں دستر خوان پر بیٹھا پُر لطف دعوت کے مزے لے رہا تھا اور شیخ صاحب کی گفتگو جاری تھی: ''بس میاں! اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مکان اور کارخانے کی اچھی قیمت لگ گئی۔ واجد علی نے فوراً سودا کر لیا۔ میں کراچی آ چکا تھا۔ انھوں نے لاہور کے پتے پر دو خط بھیجے۔ اللہ جانے! وہ کہاں گئے۔ ڈاک کی بھی اس وقت افراتفری تھی یا پھر کسی نے اِدھر اُدھر پھینک دیے۔ واجد علی جلدی میں لندن سدھارے۔ میری امانت ساتھ لے گئے اور وہاں ایک بلڈنگ سوسائٹی میں لگا دی۔ مجھ سے برسوں کوئی رابطہ نہ ہو سکا۔ سال پہلے وہ پنجابی سوداگران والے شیخ صدیق لندن گئے تو وہاں ہائی کمیشن کی ایک تقریب میں واجد علی مل گئے۔ میرا پتا ان سے حاصل کیا۔ ہماری خط و کتابت ہوئی اور کچھ ہی دن بعد واجد علی کراچی آن پہنچے۔ میری رقم ساتھ لائے، جو بلڈنگ سوسائٹی میں تقریباً ڈیڑھ گنا ہو چکی تھی۔ بس میاں! میری لاٹری نکل آئی۔ اللہ نے دوست بھی ملا دیا اور اتنا پیسا بھی ہاتھ میں آ گیا کہ یہ مکان بھی لے لیا اور اچھا بڑا اسٹور بھی۔''

دیر تک باتیں ہوئیں اور سعد شیخ صاحب سے اجازت لے کر روانہ ہونے لگا تو انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا اور بولے: ''میاں! تمھیں یاد ہے، میں نے کہا تھا، میرا دل نہیں مانتا کہ میرا دوست مجھ سے دھوکا کر سکتا ہے اور اگر میں واجد پر شک کروں تو یہ ایسا ہے کہ اپنے آپ پر یا عبداللہ پر شک کروں۔ اب اگر میں ایسا کر بیٹھتا تو گناہ گار بھی ہوتا اور زندگی بھر پچھتاتا کہ ہیرے کو کنکر سمجھ بیٹھا۔ میرے اللہ نے مجھ پر بڑا رحم کیا کہ اس گناہ اور پچھتاوے سے بچا لیا۔''

یہ کہہ کر شیخ صاحب نے کندھے پر پڑے ہوئے رومال سے آنسو پونچھے اور سعد کے ماتھے کو چومتے ہوئے بولے: ''اچھا چاند! اللہ تمھیں خیریت سے لے جائے۔ ابا اور ماموں سے سلام کہنا اور کہنا کہ کاروبار ذرا جم جائے تو فوراً ملنے آؤں گا لاہور۔'' ☆

آؤ کھیلیں مل کر کھیل

ضیاءالحسن ضیا

آؤ گڑیا بی بی آؤ
سب کو اپنا ناچ دکھاؤ
ڈھول بجا کر گیت سناؤ
گڈے میاں سے کرلو میل
آؤ کھیلیں مل کر کھیل

ننھے کی تم کھا گئے ٹافی
اس سے مانگو جا کے معافی
سزا تمھاری ہے یہ کافی
منھ نہ بناؤ میاں سہیل
آؤ کھیلیں مل کر کھیل

ننھی چڑیوں کو نہ ستاؤ
انھیں نشانہ تم نہ بناؤ
اچھے بچے بن کے دکھاؤ
پھینکو پھو اپنی غلیل
آؤ کھیلیں مل کر کھیل

کھیل چکے اب گھر کو چلیں ہم
وقت نہ یوں برباد کریں ہم
آج کا اپنا سبق پڑھیں ہم
کل نہ کہیں ہو جائیں فیل
آؤ کھیلیں مل کر کھیل

بلاعنوان انعامی کہانی

شکیل صدیقی

جنجال پورہ سے جنگل اتنا نزدیک تھا کہ صبح وشام ہر قسم کے جانور چرنے چگنے کے لیے آبادی میں آجاتے تھے۔ انھیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا۔ جنگل میں پرندوں اور چھوٹے موٹے جانوروں کی بہتات تھی۔ چناں چہ جانوروں سے بدلا لینے کی خاطر انسان بھی ان کا شکار کرنے کے لیے جنگل کی طرف چلے جاتے تھے۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو، جب جنگل کی طرف سے بندوق کی دھائیں دھائیں کی آوازیں نہ آتی ہوں۔

ڈنگر ڈاکٹر بھولا ان دنوں گھوم پھر کر زندگی بسر کر رہا تھا، کیوں کہ اس نے جانوروں کا اسپتال بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد مٹھائی کی دکان کھولی، وہ بھی نہ چلی تو اس کا دل اچاٹ ہو گیا۔ اس کے والدین نے سوچا کہ وہ بے کار بیٹھا ہے تو اس کی شادی کر دی جائے۔ جب بیوی گھر آجائے گی تو شور مچائے گی تو بھولے کو پیسے کمانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ یہ سوچ کر انھوں نے شادی کے لیے انتظامات کرنا شروع کر دیے۔

بھولا ببول کے ایک درخت کے نیچے کسی گدھے کی طرح اداس بیٹھا تھا کہ اس کے دوست شیدو اور جانو آگئے۔ شیدو نے کہا: ''بھولے! اگر تم میری ہدایت پر عمل کرو گے تو مال دار بن جاؤ گے اور تمھاری شادی بھی آسانی سے ہو جائے گی۔ سارا خرچا نکل آئے گا۔''

بھولے نے چونک کر پوچھا: ''وہ کیسے؟''

شیدو بولا: ''اس طرح کہ ہم ہرن کا شکار کر کے اس کا گوشت فروخت کر دیں۔''

ہرن کا نام سن کر بھولا کے منھ میں پانی بھر آیا۔ اس نے ایک دو بار اس کا گوشت کھایا تھا اور اس کی لذت نہیں بھلا پایا تھا۔ اس نے سوچا کہ شیدو درست کہہ رہا ہے۔ واقعی اگر ہرن کا گوشت بازار لے جا کر فروخت کیا جائے تو اچھے دام مل سکتے ہیں۔ ہرن جنگل میں کہاں ملتا ہے اور اس کا شکار کیسے کیا جاتا ہے، یہ اسے نہیں

معلوم تھا۔ معلوم ہو بھی کیسے سکتا تھا، اس لیے کہ وہ بندوق چلانا نہیں جانتا تھا اور اس نے جنگل میں جا کر چڑیا کا بچہ تک نہیں مارا تھا۔ بہر حال شیدو پر اسے اعتماد تھا، اس لیے کہ شیدو زیادہ تر جنگل میں ہی گھسا رہتا تھا اور اسے جانوروں کے شکار کے بارے میں اچھی معلومات تھیں۔

بھولا فوراً راضی ہو گیا۔ وہ بولا: ''ٹھیک ہے، ہرن کے شکار کو چلتے ہیں۔''

جانو بولا: ''مگر پہلا ہرن ہم جنگل میں بھون کر کھائیں گے اور دوسرا ہرن بیچنے کے لیے بازار لے جائیں گے۔''

بھولے نے بغیر سوچے سمجھے کہا: ''ٹھیک ہے، لیکن ٹھیرو، میں اپنی رائفل تو لے آؤں۔''

شیدو نے سر ہلایا تو بھولا اپنے گھر کی طرف گیا اور وہاں سے چھرے والی بندوق لے کر آ گیا، جو اس کے باپ نے اپنی جوانی کے زمانے میں چڑیوں کا شکار کرنے کے لیے کباڑی بازار سے پندرہ رپے میں لی تھی۔ اس کا ہتھا ٹوٹ گیا تھا، اس لیے بھولے کی ماں نے ہتھے کی جگہ مرغیوں کے دڑبے سے لکڑی کا ایک ٹکڑا نکال کر باندھ دیا تھا۔ شیدو نے اس بندوق کو دیکھا تو کھی کھی کر کے ہنسنے لگا: ''اس سے تو چوہا بھی نہیں مر سکتا۔''

بھولے نے ناراض ہو کر پوچھا: ''تو پھر ہرن مارنے والی بندوق کہاں سے لاؤں؟''

شیدو بولا: ''ٹھیرو، میں ابھی لاتا ہوں۔''

وہ تھوڑی دیر بعد نہ صرف ایک طاقت ور رائفل لے آیا، بلکہ اس نے محلے کے دو چار لڑکوں کو بھی جمع کر لیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہرن کو اگر ہانک کر لایا جائے تو بھولا آسانی سے اس کا شکار کر لے گا، ورنہ اسے جنگل میں مارا مارا پھرنا پڑے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب جنگل میں داخل ہوئے تو بھولے نے سر کھجاتے ہوئے کہا: ''مجھے تو رائفل چلانا نہیں آتی، میں شکار کیسے کروں گا؟''

شیدو نے اس حوصلہ دیا: ''رائفل چلانا دشوار نہیں ہے۔ بس تھوڑی سی ہمت کی ضرورت پڑتی ہے۔''

پھر اس نے بھولے کے ہاتھ میں رائفل تھمائی اور اسے بتایا کہ نشانہ کیسے لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کا

مرحلہ بے حد آسان تھا یعنی لبلبی پر انگلی رکھو اور فائر کردو۔ بھولے نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے گزرتے ہوئے ایک کتے پر فائر کردیا۔ فائر ہوا، مگر گولی نال سے نہیں نکلی۔ کتا اس نامعقول حرکت پر بہت ناراض ہوا اور بھونکتا ہوا اسے کاٹنے کو دوڑا۔ سب نے اسے ہش ہش کر کے بھگا دیا۔ تحقیق کی گئی کہ رائفل سے گولی کیوں نہیں نکلی تو معلوم ہوا کہ بھولا رائفل کا سیفٹی کیچ (حفاظتی لاک) ہٹانا بھول گیا تھا۔

بھولے نے کہا: ''تم لوگ ہرن کو ہانک کر تو لے آؤ گے، مگر میں گولی کہاں بیٹھ کر چلاؤں گا؟ مچان وغیرہ تو باندھو۔''

جانو بولا: ''اس کی کیا ضرورت ہے؟ تم کسی اونچے سے درخت پر بیٹھ جاؤ۔ ہم جیسے ہی ہرن کو ہنکا کر ادھر لائیں گے تو تم گولی چلا دینا۔''

بھولا دوستوں کی ہدایت پر پیپل کے ایک درخت پر بیٹھ گیا۔ لڑکے جنگل کے اندر چلے گئے۔ بھولا بہت خوش تھا اور ایک گیت گنگنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چیونٹوں کی ایک قطار رینگتی ہوئی درخت کی ایک کھوہ سے نکلی اور اس کے کرتے کے کالر میں گھس کر پیٹھ تک چلی گئی۔ اسی وقت لڑکے کسی جانور کو ہانک کر اس درخت کے قریب لے آئے۔ شیدو نے چیخ کر کہا کہ وہ اس پر گولی چلائے۔ بھولا کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ہرن نہیں، بلکہ بکری ہے۔ اس کے باوجود اس نے رائفل سیدھی کی اور نشانہ لیا۔

اس سے پہلے کہ وہ لبلبی پر انگلی رکھ کر اسے دباتا، اس کی پیٹھ پر ایک چیونٹے نے کاٹ لیا۔ اس کا جسم جھنجنا اٹھا۔ شدید تکلیف ہوئی۔ اس کی رائفل کی نال کا رُخ جانور کے بجائے مخالف سمت میں ہو گیا۔ پھر اچانک ہی لبلبی دب گئی تو زوردار دھماکا ہوا اور رائفل کی نال سے گولی نکل کر ایک کوے کی دم پر لگی۔ اس کی دم کا ایک پر ٹوٹ گیا اور وہ غصے سے کائیں کائیں کرتا ہوا وہاں سے اڑ کر دوسرے درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس دوران میں وہ چوپایہ جو بکری معلوم ہو رہا تھا، میں میں کرتا ہوا بھاگ گیا۔ بھولا بہت حیران ہوا کہ ہرن کی آواز بکری جیسی کیسے ہو گئی!

جانو نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ''میاں چغد! تمھیں ہرن اور کوے کا فرق ہی نہیں معلوم، اگر

تمھارے نزدیک یہ کالا پرندہ ہرن ہے تو اب اسی کے کباب بنا کر کھالو۔''

بھولے پر قیامت گزر رہی تھی۔ وہ کیا جواب دیتا۔ جب وہ مچلتا ہوا درخت سے گرا تو معلوم ہوا کہ اسے ایک بڑے سے کالے چیونٹے نے کاٹا ہے۔ کاٹا اس معاملے میں چھوٹا لفظ ہے، اس کے بجائے یوں کہنا چاہیے کہ بھنبھوڑا ہے۔ اس کی پیٹھ پر زخم پڑ گئے تھے۔ بھولا بل کھانے اور چیخنے لگا: ''بچاؤ...... بچاؤ...... مر گیا۔'' لیکن اس تکلیف سے نجات نہیں مل رہی تھی۔ جانو دوڑ کر کہیں سے ناریل کا تیل لے آیا اور اس کی پیٹھ پر لگا دیا، جس سے جلن میں کمی ہوگئی۔ جانو نے ایک ناریل توڑ کر اس کا پانی بھولے کو پلایا، جس سے اس کے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔

تھوڑی دیر بعد کوؤں کی کائیں کائیں سنائی دی۔ انھوں نے دائیں بائیں دیکھا تو سہم کر رہ گئے، اس لیے کہ ان کے چاروں طرح کوّے ہی کوّے تھے اور سارے درخت سیاہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اس کی بندوق سے زخمی ہونے والے کوّے نے احتجاج کے طور پر شور مچا کر ساری کوّا برادری کو اکٹھا کر لیا تھا۔ اب وہ خوف ناک انداز میں ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔ پھر ایک کوے نے غوطہ لگایا اور بھولے کے سر پر چونچ مار کر دوسری طرف چلا گیا۔ بھولا سوچنے لگا کہ کاش وہ سر پر تولیا باندھ کر آیا ہوتا۔ وہ اور اس کے ساتھی بہت پریشان تھے، اس لیے انھوں نے وہاں سے دوڑ کر اپنی جان بچائی۔

کوئی اور ہوتا تو اتنی پریشانی اٹھانے کے بعد گھر واپس چلا جاتا، مگر بھولے کو ہرن کا گوشت کھانے کا شوق مارے ڈال رہا تھا۔ اسی شوق میں وہ دوسرے درخت پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھی ہرن ہنکانے چلے گئے۔ اچانک اس کے ہونٹوں پر اوپر سے ایک بوند آ کر گری۔ بھولا نے زبان پھیری تو ذائقہ بے حد میٹھا معلوم ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ میٹھی سی چیز ایک گولے سے گری تھی، جس پر دو چار مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ بھولے نے ایک درخت کی شاخ توڑی اور اس گولے میں داخل کر کے ہلایا تا کہ جتنی مٹھاس اس میں موجود ہے، اس کے ہاتھوں پر گر جائے۔ مٹھاس تو گر گئی، لیکن اس کے ساتھ ہی مکھیوں کو بھی غصہ آ گیا۔ دراصل وہ شہد کی مکھیوں کا چھتا تھا۔ وہاں سے مکھیاں بھنبھناتی ہوئی نکلیں اور انھوں نے بھولے کے چہرے اور ہاتھوں پر کاٹنا

شروع کر دیا۔ بھولا رونے چیخنے لگا: ''ہائے مر گیا، ہائے مر گیا، بچاؤ۔''

اس نے گھبرا کر لاتیں چلائیں تو درخت سے گر پڑا۔ اس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سوج گئیں، کیوں کہ شہد کی مکھیوں کے ڈنک زہریلے ہوتے ہیں۔ مکھیوں کا غصہ دور نہیں ہوا تھا اور وہ اسے مسلسل کاٹ رہی تھیں۔ وہ گرتا پڑتا نزدیکی تالاب تک گیا اور اس نے بندوق ایک طرف رکھ کر تالاب میں چھلانگ لگا دی۔ اس طرح سے مکھیوں سے نجات تو مل گئی، لیکن اب اسے دکھائی کم دے رہا تھا، اس لیے کہ شہد کی مکھیوں نے اس کی آنکھوں پر بھی کاٹ لیا تھا، جس سے آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد شیدو آ گیا۔ اس نے بھولے کی خیریت پوچھی تو معلوم ہوا کہ اسے شہد کی مکھیوں نے کاٹ لیا ہے۔ اس نے ناریل کا تیل لگایا اور کہا کہ اب گھر چلنا چاہیے۔ لیکن بھولے نے جواب دیا: ''مجھے تھوڑا تھوڑا نظر آ رہا ہے، اس لیے میں بندوق چلا سکتا ہوں۔''

چناں چہ شیدو نے سہارا دے کر اسے وہاں سے دور لے جا کر ایک اور درخت پر بٹھا دیا۔ دل چسپ بات یہ کہ وہاں سے اس کا مکان قریب تھا۔ اس کے مکان کی چمنی نظر آ رہی تھی۔ اس کا چھوٹا بھائی گاما چھت پر کھڑا پتنگ اڑا رہا تھا۔

بھولے نے پوچھا: ''سارے دوست کہاں چلے گئے؟''

''بکری کو لینے گئے ہیں۔''

بھولا چونکا: ''بکری؟''

''مم...... میرا مطلب ہے ہرن کو ہنکا کر لانے گئے ہیں۔'' شیدو نے کہا اور سر کھجانے لگا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور تاریکی پھیل رہی تھی۔ اس کے علاوہ سوجن سے بھولے کی آنکھیں بھی تقریباً بند تھیں، اس وجہ سے بھولا کو دکھائی کم دے رہا تھا۔ اس کے ساتھی شور مچاتے ہوئے وہاں آ گئے۔ ان کے آگے ایک ہرن تھا، مگر عجیب بات یہ تھی کہ وہ ہرنوں کی طرح اچھل کود نہیں رہا تھا، بلکہ سست رفتاری سے چل رہا تھا۔

شیدو نے سرگوشی میں کہا: ''شاباش۔ گولی چلا دو۔ اس سے اچھا موقع نہیں آئے گا۔''

بھولے نے نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ دھائیں سے ایک ہول ناک آواز آئی اور ہرن زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ اس کے منھ سے ''میں میں میں۔'' کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ چاروں ٹانگیں چلا رہا تھا۔

''یہ بکری ہے یا ہرن؟'' بھولے نے پوچھا۔ اسے الجھن ہو رہی تھی۔

''بکری ہے! مم...... مم...... میرا مطلب ہے، ہے تو ہرن مگر، شاید بکریوں میں زیادہ اٹھا بیٹھا ہے، اس لیے ان کی زبان سیکھ گیا ہے۔ شاباش، درخت سے اترو اور جلدی سے اس کے گلے پر چھری پھیر دو، ورنہ اٹھ کر چھلانگیں مارتا ہوا بھاگ جائے گا۔''

اس کے ساتھیوں نے ہرن کی ٹانگیں اور سر تھام رکھا تھا اور وہ کرب سے ''میں میں میں'' کر رہا تھا۔ بھولے نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے ذبح کر دیا، مگر جب وہ اپنا ہاتھ سر سے ہٹانے لگا تو سر سے سینگ اکھڑ کر الگ ہو گئے۔ وہ حیرت سے بولا: ''یہ کیا؟''

شیدو نے کہا: ''ہرن کے سینگ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی عمر کم ہے، اس لیے کچے رہ گئے اور آسانی سے اکھڑ گئے۔''

اس دلیل سے بھولا مطمئن تو نہ ہوا، مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا، اس لیے کہ رات ہو رہی تھی اور اسے نظر بھی کم آ رہا تھا۔ انھی دوستوں کے ساتھ اسے واپس جانا تھا۔ سب نے شکار کی کھال علاحدہ کی اور لکڑیاں جلا کر اسے بھون لیا۔ اس دوران میں بھولے کا بھائی گاما اسے آوازیں دیتا ہوا وہاں آ گیا۔ گوشت دیکھ کر اس کی رال ٹپکنے لگی۔ بھولے نے اسے بھی ران کا ایک ٹکڑا دے دیا، جسے اس نے مزے لے لے کر کھایا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا: ''بھائی! بکری کھو گئی ہے۔ ابا ناراض ہو رہے تھے۔ میں اسے تلاش کرنے نکلا ہوں۔ تم لوگوں نے تو اسے نہیں دیکھا؟''

راجا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا: ''اب وہ تمھارے پیٹ میں پہنچ چکی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' بھولا اور گاما چونک کر بولے۔

''تم نے خود ہی تو شکار کیا تھا اس کا اور پھر اس کی گردن پر چھری بھی تم نے پھیری تھی۔ اب مطلب

کس بات کا پوچھ رہے ہو؟''

بھولے نے حیران ہو کر کہا: ''لیکن اس کے سینگ اور کھال کا رنگ؟''

''وہ شیدو بھائی کا کمال ہے۔ اس کی کھال پر رنگ انھوں نے کیا ہے اور اس کے سر پر سینگ بھی انھوں نے ہی چپکائے ہیں۔''

بھولے اور گاما نے شیدو کو تلاش کرنا چاہا، مگر وہ تاریکی کا فائدہ اٹھا کر غائب ہو چکا تھا۔

وہ گھر آئے تو ابا نے کہا: ''سدھایا ہوا جانور شام ہونے پر خود ہی گھر آ جاتا ہے۔ معلوم نہیں بکری کہاں چلی گئی؟''

بھولے نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن گاما سے رہا نہیں گیا اور اس نے ساری بات بتا دی۔ یہ سن کر ابا نے چھڑی اٹھالی اور بھولے کی طرف بڑھا۔ بھولا کہنے لگا: ''سنیں، سنیں، بات دراصل یہ ہے۔''

ابا نے اس کی کوئی بات نہیں سنی اور اس کی خوب پٹائی کی۔ سب سے خراب بات یہ ہوئی کہ بھولے کی شادی بھی ملتوی ہوگئی، اس لیے کہ وہ بکری دعوتِ ولیمہ کے لیے لا کر رکھی گئی، جو بھولا، گاما اور اس کے دوستوں کے پیٹ میں پہنچ چکی تھی۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- مارچ ۲۰۱۰ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

کھیدا

سید فتح علی انوری

کھیدا کوئی کھیل نہیں، بلکہ بڑا محنت طلب اور خطرناک کام ہے۔ بنگلہ دیش میں جنگلی ہاتھی پکڑنے کی ترکیبوں کو کھیدا کہتے ہیں۔ کھیدے میں حصہ لینے والے لوگ ہاتھی کی فطرت سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ جنگلی ہاتھی بہت طاقت ور اور خطرناک جانور ہوتا ہے۔ مست ہاتھی سے لوگ پناہ مانگتے ہیں اور بھول کر بھی اس کے قریب نہیں جاتے۔ ہاتھی فطرتاً بہت چالاک اور کینہ پرور ہوتا ہے۔ کسی سے دشمنی ہو جائے تو عمر بھر اس کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ہاتھیوں کے غول پانی کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی ایسے علاقے میں جہاں آبی ذخائر موجود ہوں اور جنگلی ہاتھیوں کے جھنڈ پائے جاتے ہوں، وہاں ایک بڑا سا گڑھا کھودا جاتا ہے۔ گڑھے کی چھت کو درختوں کی کم زور ٹہنیوں سے چھپا کر اس پر مٹی کی تہ بچھا دی جاتی ہے، تاکہ ہاتھی کو شبہ نہ ہونے پائے کہ جھاڑیوں کے نیچے ایک گڑھا اسے پھانسنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ گڑھا تیار کرنے کے بعد بہت سارے لوگ مل کر ڈھول اور کنستر زور زور سے بجاتے ہیں، تاکہ ہاتھیوں کا کوئی جھنڈ اندھا دھند اس گڑھے کی طرف دوڑے۔ تیز آواز سے گھبرا کر کچھ جوان ہاتھی اس گڑھے کی جانب دوڑتے ہیں۔ کسی ایک ہاتھی کا پاؤں گڑھے کی کم زور چھت پر پڑتا ہے۔ کم زور ٹہنیوں کی یہ چھت ہاتھی کا وزن برداشت نہیں کر پاتی، ٹوٹ جاتی ہے اور ہاتھی اس گڑھے میں گر کر بدحواس اور بے بس ہو جاتا ہے۔ گرے ہوئے ہاتھی کے گرد مضبوط رسا باندھ کر اسے گڑھے سے باہر کھینچ نکال لیا جاتا ہے۔ اب جنگلی ہاتھی کی تربیت شروع ہوتی ہے۔ اسے آدمیوں سے مانوس کرایا جاتا ہے۔ بھوکا رکھا جاتا ہے۔ کوئی بات سیکھ جانے پر اسے من پسند کھانا اور ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔ دس پندرہ مہینے کی تربیت کے بعد ہاتھی کا جنگلی پن دور ہونے لگتا ہے اور وہ اپنے آقا کا حکم ماننے لگتا ہے۔ ☆

پیاز کے عرق سے بجلی

پیاز کھانے کا اہم جزو ہے اور غذا میں ذائقہ پیدا کرتی ہے، اسے کاٹتے، چھیلتے وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، اس کے علاوہ اس کے سیکڑوں طبّی فوائد بھی ہیں اور اسے دواسازی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم اب اس کا ایک اور مصرف بھی تلاش کرلیا گیا ہے کہ اس سے آلودگی سے پاک (گرین ہاؤس) توانائی فراہم کی جائے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا کی پیاز پیدا کرنے والی سب سے بڑی کمپنی ''گل اونین'' (GILL ONION) میں پیاز پر تجربات کے دوران یہ انکشاف ہوا کہ پیاز کے عرق سے بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ کیلی فورنیا کی ایک کمپنی اوکسنارڈ کو توقع ہے کہ پیاز کی طاقت سے حاصل کی جانے والی اس بجلی سے وہ سالانہ سات لاکھ ڈالر کی بچت کرسکے گی۔ اس طرح سے گرین ہاؤس گیس کے سالانہ اخراج میں بھی تیس ہزار ٹن کی کمی کی جاسکے گی۔

دل چسپ بات یہ ہے وہ اس گرین انرجی (سبز توانائی) کی دریافت ایسے ہوئی جب یہ مشکل پیش آئی کہ پیاز کے چھلکوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ اس پچیس سالہ پرانی کمپنی کے معاون مالک مسٹر اسٹیون گل نے کہا کہ جب ہم پیاز صاف کرتے اور چھیلتے ہیں تو اس کا پینتیس سے چالیس فی صد حصہ چھلکوں یا پرت میں ضائع ہوجاتا ہے، تب استعمال کے لائق پیاز ہاتھ آتی ہے۔ چھلکوں کے اس کچرے کو ٹھکانے لگانے کے لیے اسے کچرا کنڈی لے جانا بھی ایک مسئلہ بن گیا، چناں چہ مسٹر گل نے اس پر قابو پانے کے لیے ٹیکنالوجی کا سہارا لیا، جن میں مائکرو ٹربائن بھی شامل تھے۔

اس نئے سسٹم میں پیاز کے عرق سے بیکٹیریا میتھین گیس پیدا کرتا ہے۔ جس کے بعد یہ میتھن گیس تین سو کلو واٹس کے فیول سیل میں چلی جاتی ہے۔ ان تین سو کلو واٹس سے چار سو ساٹھ گھروں کو بجلی فراہم کی جاسکتی ہے۔ کمپنی کو توقع ہے کہ اپنے جنریٹروں سے وہ تیس سے چالیس فی صد تک بجلی پیدا کرسکے گی۔

☆

جرمن کہانی

غریب ہی اچھا

مسعود احمد برکاتی

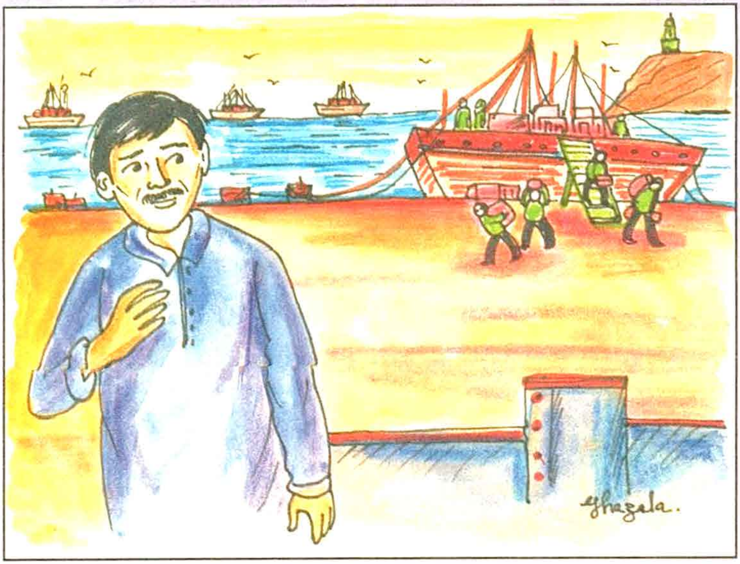

ایک آدمی دولت کمانے کی خواہش پوری کرنے کے لیے ہالینڈ گیا۔ وہ ہالینڈ کے دارالحکومت ایمسٹرڈم پہنچا۔ اس شہر میں اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے اس نے ایک بہت عالی شان عمارت دیکھی۔ بہت دیر تک وہ عمارت کو دیکھتا اور سوچتا رہا کہ یہ کس شخص کا مکان ہے؟ کون خوش قسمت شخص اس میں رہتا ہوگا؟ وہ کتنا مال دار ہوگا؟ ایک آدمی قریب سے گزر رہا تھا۔ مسافر نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے تو اس آدمی نے کہا: ''کے نی ٹوورس ٹن۔''

ہالینڈ کی زبان میں اس کا مطلب ہے: ''میں آپ کی بات نہیں سمجھا۔'' لیکن مسافر یہ زبان نہیں جانتا تھا، اس لیے اس نے سمجھا کہ شاید یہ مکان مالک کا نام ہے۔

اس آدمی کی خواہش اور بھی بڑھ گئی کہ چھوٹی موٹی نوکری یا محنت مزدوری کرنے کے بجائے کوئی بڑا کام کرے، خوب کمائے اور بہت ساری دولت جمع کرے۔ اس فکر میں اس نے اور زیادہ کوشش شروع کردی۔ ایک دن وہ سمندر کے کنارے پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا جہاز گودی پر لگا ہوا ہے اور ہزاروں مزدور سامان اتار رہے ہیں۔ مسافر نے ایک آدمی سے پوچھا:

''یہ جہاز کس کا ہے؟''

جواب ملا: ''کے نی ٹوورس ٹن'' (میں آپ کی بات نہیں سمجھا) مسافر نے پھر یہی سمجھا کہ یہ جہاز کے مالک کا نام ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ ''کے نی ٹوورس ٹن'' کتنا بڑا رئیس ہے، جو چیز دیکھو اسی کی ہے۔

کچھ دن بعد مسافر نے دیکھا کہ ایک جنازہ جا رہا ہے۔ ہزاروں آدمی جنازے کے جلوس میں شریک ہیں۔ سیاح سمجھ گیا کہ کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس آدمی کا نام معلوم کرنا چاہیے۔ جب اس نے کسی سے پوچھا تو وہی جواب ملا: ''کے نی ٹوورس ٹن۔''

سیاح کو بہت رنج ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ دیکھو، کوئی آدمی کتنا ہی بڑا ہو، کتنی ہی دولت اور جائیداد کا مالک ہو، موت سے نہیں بچ سکتا۔ تو پھر مال و دولت اکٹھا کرنے سے کیا فائدہ؟ اب اس آدمی کو دیکھو، سارا مال و متاع دوسروں کے لیے چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ میں خواہ مخواہ دولت کمانے کی فکر میں ملکوں ملکوں گھوم رہا ہوں۔ مال دار بننے کی خواہش نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔

نہیں، اب میں لالچ نہیں کروں گا اور جو کام بھی کروں گا، محنت سے کروں گا اور بس اتنا کماؤں گا کہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکوں اور عزت سے رہ سکوں۔ محنت اور ایمان داری سے کما کر کھانے میں ہی زندگی مزے سے گزرتی ہے۔ ★

مسکراتی لکیریں

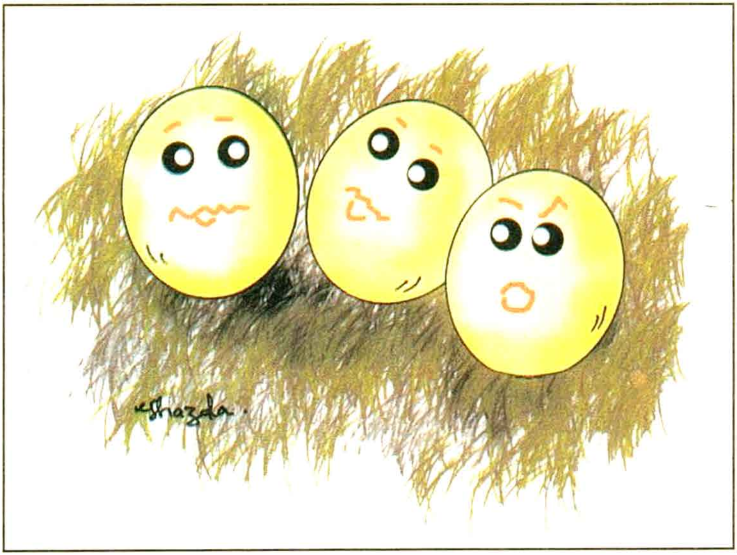

انڈوں کی باتیں

ایک انڈا بولا: ''میں بڑا ہو کر دیسی مرغی بنوں گا۔''

دوسرا انڈا بولا: ''اور میں برائیلر۔''

تیسرے انڈے نے دونوں انڈوں کو سمجھایا: ''ارے احمقو! سب سے پہلے تو ہم چوزے بنیں گے۔ ہی ہی ہی

CHILDREN'S SECURITY IS MOTHER'S .RESPONSIBILITY

For 62 years ***EBH*** has given preferential treatment to kids. From the time the child is trained to walk to later years when he/she is growing through the rough and tumble years, ***EBH*** selects the most appropriate materials and technologies to facilitate the growth of the child which is a pleasure for mothers. Be they sports shoes for boys or sandals for fashion conscious girls, ***EBH*** makes this their prime objective to see that their mothers raise healthy kids for our country's future.

ENGLISH BOOT HOUSE (Pvt) Ltd.

Karachi

www.ebhshop.com

ebh 10

جن زادے کی سزا

سید محمود حسن

جنکو ایک جن کا لڑکا تھا۔ وہ کوہ قاف کے ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس کی شرارتوں سے اسکول کے سارے لوگ پریشان تھے۔ آخر جب کوئی نصیحت اور سزا اسے سیدھا نہ کرسکی تو پھر وہی ہوا، جس کا جنکو کے والدین کو خدشہ تھا۔

پرنسپل نے ایک دن جنکو کے والدین کو بلوایا اور کہا: ''جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کوہ قاف کے اصولوں کے مطابق جب بھی کوئی جن بچہ زیادہ شرارتیں کرتا ہے تو اسے سزا کے طور پر انسانوں کی دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔''

جنکو کے والد نے پریشان ہو کر کہا: ''جنکو کو اتنی بڑی سزا نہ دیں، پرنسپل صاحب!''

پرنسپل نے کہا: ''میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ جنکو کی شرارتیں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں اور کوہ قاف کے قاضی نے مجھے یہ حکم نامہ بھیجا ہے، جس میں اسے کوہ قاف بدر کرنے کا حکم دیا ہے۔ جنکو کو انسانوں کی دنیا میں تین دن، تین مختلف روپ میں رہنا ہوگا اور وہ صرف تین ہی مرتبہ جادوئی طاقتیں استعمال کر سکے گا، وہ بھی صرف انتہائی مجبوری کی حالت میں، ورنہ اس کی سزا میں اضافہ ہو جائے گا۔''

پھر جنکو کو بلایا گیا۔ دو محافظ جنوں نے اس کو پکڑا اور گاڑی میں بٹھا کر دروازہ بند کر دیا۔ طلسمی گاڑی آناً فاناً اُڑنے لگی۔ جنکو نے تھوڑی دیر کے بعد محسوس کیا کہ گاڑی کسی اور دنیا میں داخل ہو رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ انسانوں کی دنیا آ گئی ہے۔ بڑے بڑے راستوں پر نئی نئی وضع کی لاتعداد گاڑیاں اِدھر سے اُدھر دوڑ رہی تھیں، وہ نہایت حیرت اور دل چسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

پھر جنکو کو طلسمی گاڑی کے محافظ نے آواز دی: ''جنکو! انسانی دنیا آ گئی ہے۔ تمھیں تین دن تین مختلف روپ میں اپنی سزا کو پورا کرنا ہے اور یہ روپ خود بخود تمھیں ملیں گے اور مغرب کے بعد کچھ دیر کے لیے تمھاری جادوئی طاقت بحال ہو جائے گی۔ سزا پوری ہونے پر طلسمی گاڑی تمھیں خود آ کر واپس لے جائے گی۔'' اور پھر جنکو کو گاڑی سے دھکا دے دیا گیا اور وہ نیچے گرتا چلا گیا۔

جب جنکو کے ہوش ٹھکانے آئے تو اس نے اپنے آپ کو ایک حلوائی کی دکان پر پایا، جہاں پر ایک موٹا سا آدمی کرسی پر بیٹھا تھا اور آوازیں دے رہا تھا: ''ارے او ٹنکو! اِدھر آ۔ آ گیا تُو، اتنا سارا کام پڑا ہے۔''

جنکو کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ موٹا آدمی اس کا نام ٹنکو کیوں پکار رہا ہے؟ پھر اسے یاد آیا کہ یقیناً اس کی شکل طلسمی جادو سے کسی ملازم ٹنکو کی شکل میں بدل گئی ہے اور جب تک وہ اس روپ میں اپنا کام پورا نہیں کرے گا، اس کی اس روپ سے جان نہیں چھوٹے گی۔

''ارے کہاں مر گیا، سنتا نہیں ہے کیا؟ چل، دکان کے شیشے صاف کر۔'' اب جنکو نے

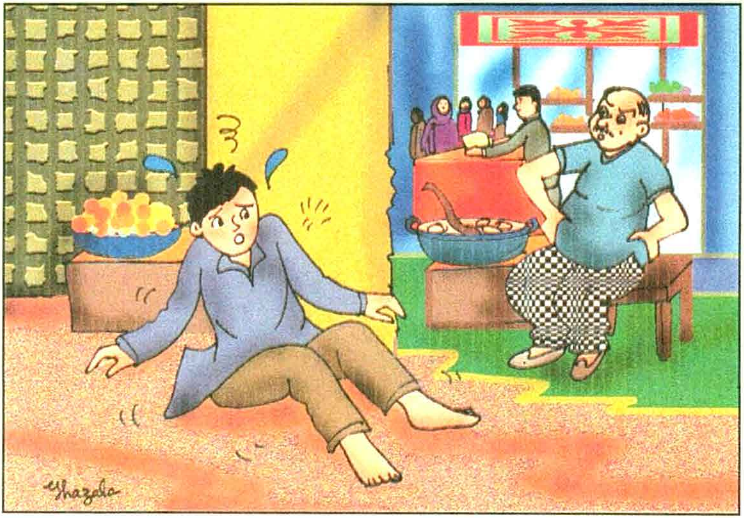

کپڑا لیا اور صفائی شروع کر دی۔ جنکو نے کبھی اس طرح کی مشقت نہیں جھیلی تھی، مگر مجبوری تھی اور ابھی تو سزا کی ابتدا ہوئی تھی۔ صفائی کر کر کے اس کے ہاتھ دُکھنے لگے۔ پھر حلوائی نے نیا حکم دیا: ''یہ پکڑ بجلی کا بل۔ وہ دیکھ! سامنے جو بینک نظر آ رہا ہے، وہاں جمع کرا۔ جا اور جلدی آ، پھر جلیبیاں بھی بنانی ہیں۔'' جنکو نے بجلی کا بل اور پیسے لیے اور بینک کی طرف روانہ ہو گیا۔

بینک میں ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی اور بل جمع کرنے کی رفتار بہت سُست تھی۔ جنکو نے چاہا کہ آگے جا کر بل جمع کرائے تو لوگوں نے شور کرنا شروع کر دیا: ''اے لڑکے! چل لائن میں لگ، اپنے نمبر پر بل جمع کرانا۔'' جنکو مجبوراً سب سے آخر میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ دو گھنٹے کے بعد کہیں جا کر جنکو کا نمبر آیا، جب تک جنکو کی ٹانگوں میں درد شروع ہو چکا تھا۔ جیسے تیسے جنکو نے بل جمع کرایا اور تھکے قدموں سے حلوائی کی دکان کی طرف چل پڑا۔

''آ گئے نواب صاحب!'' حلوائی نے دہاڑتے ہوئے کہا: ''کیا کہیں گھومنے نکل گئے تھے؟''

اب ہر موسم میں
گاجر کا مزہ!
لذیذہ گاجر کھیر
منٹوں میں تیار!
with real Carrots
Laziza INTERNATIONAL
Gajar Kheer MIX
Carrots' Rice Pudding
No Artificial Colour or Preservatives
Serving Suggestion
Purity, Quality & Taste since 1985
www.lazizfoods.com
Laziza
Gulab Jamun MIX
Dessert Mix
Original KHEER MIX
RICE PUDDING
Standard
Sheer Khurma MIX
Dessert Mix
Saffron
Firni Khas
Ground Rice Pudding
Kewra
Ras Malai MIX
Dessert Mix
Falooda

''میں تو بل جمع کرا رہا تھا استاد! کہیں نہیں گیا تھا۔''

''چل جلدی سے سموسوں کا مسالا تیار کر اور پھر جلیبیاں بھی تیار کرنی ہیں۔''

جنکو سموسوں کا مسالا بنانے میں لگ گیا۔

''ارے جلدی ہاتھ چلا۔'' حلوائی نے ایک تھپڑ جنکو کی گردن پر مارا۔ جنکو چکرا کر رہ گیا۔ اس نے چاہا کہ اپنی طاقت استعمال کر کے حلوائی کو سزا دے، لیکن اس کی طاقت کام نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے جلیبیاں بنانے کا حکم ملا۔ جنکو نے جلیبیاں بنانا شروع کر دیں۔

''ارے! پھر سُستی کر رہا ہے۔ کیا ہو گیا ہے آج تجھے؟'' اب کی مرتبہ حلوائی نے ایک ڈنڈا اس کی کمر پر مارا: ''اُٹھ جلدی کر، گاہک آنا شروع ہو گئے ہیں۔''

جنکو اُٹھا اور گاہکوں کو جلیبیاں دینے لگا۔ وہ اُلٹا سیدھا کام کر رہا تھا۔ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم جلیبیاں دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ ساری جلیبیاں ختم ہو گئیں۔ پھر حلوائی نے جب حساب لگایا تو ساری جلیبیاں پانچ سو روپے کی بکی تھیں۔

''ارے یہ تُو نے کیا کر دیا؟ میں تو ہر جمعرات کو ہزار روپے کی جلیبیاں بیچتا ہوں۔ تُو نے ساری جلیبیاں پانچ سو روپے دے دیں۔ کیا تو گھاس کھا گیا ہے۔ تُو نے میرا نقصان کر دیا۔ اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔''

حلوائی جنکو کو گھسیٹتا ہوا دکان کے اندر لے آیا۔ پھر اس نے ڈنڈا اُٹھایا اور جنکو کو مارنا شروع کر دیا۔ ابھی اس کے ڈنڈے جنکو پر برس ہی رہے تھے کہ قریب سے کسی کی آواز آئی:

''ارے بھائی! مغرب کا وقت ہو رہا ہے، کیوں مار رہے ہو اس لڑکے کو؟''

اچانک جنکو کو ایسا لگا کہ اس کی طاقت واپس آ رہی ہو، کیوں کہ یہ مغرب کا وقت تھا اور واقعی اس کی جادوئی طاقت واپس آ گئی تھی۔ پھر جنکو نے ایک منتر پڑھ کر اپنا روپ ایک ہاتھی کی شکل میں تبدیل کر لیا۔ حلوائی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے سر کو جھٹکا اور خوف زدہ

لہجے میں بڑبڑایا: ''یہ ہاتھی دکان میں کہاں سے آ گیا؟ ٹنکو کہاں گیا؟'' اور پھر جیسے ہی اس کا ڈنڈا ہاتھی پر لگا، ڈنڈا ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اسے ہاتھی کے ہنسنے کی آواز آئی: ''ارے کب تک مارے گا؟ بس کر جاہل!''

''یہ تو ٹنکو کی آواز ہے۔'' حلوائی خوف سے چیخا اور دکان سے باہر آ گیا۔

باہر آ کر وہ چلّایا: ''لوگو! میری دکان میں ہاتھی آ گیا، ہاں، ہاتھی آ گیا ہے اور وہ انسانوں کی زبان بول رہا ہے۔''

لوگ حلوائی کے گرد جمع ہو گئے۔ ایک دکان دار بولا: ''کیا ہو گیا ہے جلال کو؟ لگتا ہے، اس کا دماغ چل گیا ہے۔''

''نہیں، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آؤ، میرے ساتھ۔'' لوگ جیسے ہی دکان میں داخل ہوئے تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا، کیوں کہ جنکو اپنی طاقت کے زور پر وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ دکان میں حلوائی کا ٹوٹا ہوا ڈنڈا پڑا تھا۔ حلوائی خوف کے مارے وہیں پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

اُدھر جنکو کا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اتنی مار اس نے زندگی میں کبھی نہیں کھائی تھی۔ یہ کیسی دنیا ہے؟ جنکو خوف سے کانپ اٹھا۔ یہ اس کی سزا کا پہلا مرحلہ تھا، جو ختم ہو گیا تھا۔ اب کل سزا کا دوسرا مرحلہ شروع ہو گا۔ جنکو ایک درخت کے نیچے جا کر سو گیا۔

دوسرے دن صبح کی پہلی کرن نے جنکو کو اٹھا دیا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک فٹ پاتھ پر پایا، جہاں بہت سے مزدور بیٹھے ہوئے تھے۔

''او، جگنو! تُو ابھی تک سو رہا ہے، چل، کام پر جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ چل، جلدی کر، شاباش!'' جنکو نے اپنے جسم پر ایک مزدور کا لباس دیکھا۔ اس کے پاس ایک بیلچہ اور کدال پڑی ہوئی تھی اور مزدور اسے جگنو کے نام سے پکار رہے تھے۔ جنکو سمجھ گیا کہ اس کی سزا کا دوسرا مرحلہ شروع ہو گیا ہے اور اس مرتبہ اسے مزدور کا روپ دیا گیا ہے۔ پھر جنکو اور سارے مزدور

ایک زیرِ تعمیر بلند عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پر ایک موٹی توند والا شخص ایک میز اور کرسی لگائے بیٹھا تھا۔ یہ ٹھیکے دار تھا۔

وہ بولا: ''ہاں بھئی، تم لوگ آ گئے۔ چلو، جلدی سے کام شروع کر دو۔ مجھے نخرے والے لوگ نہیں چاہییں۔''

مزدوروں کے ذمے مختلف کام تھے۔ جنکو کے ذمے سیمنٹ کی بوریاں اُٹھانے کا کام لگایا گیا۔ جنکو اب ایک عام سا آدمی تھا۔ کم از کم مغرب کے وقت تک اس کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی، ورنہ یہ کام اس کے لیے منٹوں کا کام تھا۔ جنکو سیمنٹ کی بوریاں اُٹھا کر جلد ہی تھکن سے چُور ہو گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک لمبا سا موٹا تگڑا بڑی مونچھوں والا شخص کھڑا تھا۔ جو مزدور بھی ذرا سی سُستی کرتا، وہ اسے ایک تھپڑ رسید کر دیتا تھا۔

''جلدی ہاتھ چلاؤ، گدھے!'' اس شخص کا رویہ توہین آمیز اور ظالمانہ تھا۔ سارے مزدور اس سے خوف زدہ تھے۔ جنکو نے ایک مزدور سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو مزدور بولا کہ یہ ٹھیکے دار کا خاص آدمی ہے۔ اس کا نام شیرا ہے، جو مزدور بھی صحیح کام نہیں کرتا یا تھک جاتا ہے، اسے یہ اسی طرح ذلیل کرتا ہے۔

''او، باتیں بند کرو، نہیں تو ......!'' شیرا جنکو کے قریب آیا۔

جنکو نے پوچھا: ''نہیں تو تم کیا کرو گے؟''

جواب میں شیرا، جنکو کو گریبان سے پکڑ کر بولا: ''میں تجھے اُلٹا لٹکا دوں گا۔''

جنکو ڈر کے مارے پھر کام میں لگ گیا۔ وہ اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ کہاں آ پھنسا۔ اس کا ملک کوہ قاف تو جیسے جنت تھی۔ یہ کیسی دنیا تھی، جہاں پر لوگ اتنے ظالم اور خود غرض تھے۔

پھر دوپہر کو کھانے کا وقفہ ہوا۔ جنکو نے دیکھا کہ کھانا بھی اچھا نہیں تھا۔ اس نے ایک ساتھی مزدور سے پوچھا: ''یہ کھانا ایسا کیوں ہے؟''

مزدور بولا: ''بھائی جگنو! بات دراصل یہ ہے کہ ٹھیکے دار بڑا بے ایمان ہے اور وہ شیرا

کی مدد سے مزدوروں کے کھانے میں گڑبڑ کرتا ہے اور ہمیں ناقص کھانا فراہم کرتا ہے۔ وہ صرف اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔''

جنکو نے کھانے کے بعد جیسے تیسے کر کے شام تک کام کیا اور پھر چھٹی کا ٹائم ہو گیا۔ تمام مزدور ٹھیکے دار کے پاس قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ جنکو بھی انھی کے ساتھ قطار میں کھڑا تھا۔

''یہ لو پیسے۔'' شیرا سب کو پیسے دے رہا تھا، لیکن پیسے پورے نہیں تھے۔

''یہ کیا؟ ہمیں پیسے پورے کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

شیرا نے غصے سے کہا: ''آدھے پیسے آج لے لو، آدھے پیسے کل ملیں گے۔''

جنکو نے پوچھا: ''وہ کیوں؟''

''اگر ہم تمھیں پورے پیسے دے دیں گے تو تم لوگوں کا کوئی بھروسا نہیں کہ کل تم چھٹی کر لو، اس لیے ہم پورے پیسے نہیں دیتے۔''

''لیکن ہمیں پورے پیسے چاہییں۔'' مزدور بھڑ گئے: ''تم ہمیشہ ہمارے پیسے مارتے ہو، شیرا!''

اتنی دیر میں ٹھیکے دار بولا: ''یہ ایسے نہیں مانیں گے۔ بلاؤ ذرا جگو اور اس کے ساتھیوں کو۔''

پھر کئی موٹے تازے آدمی ڈنڈے لے کر مزدوروں پر پل پڑے۔ مزدور بے چارے مار کھا رہے تھے اور ہائے ہائے کر رہے تھے۔ جنکو بھی مار کھانے والوں میں شامل تھا۔

اتنے میں مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی۔ جنکو نے اپنی طاقت بحال ہوتی محسوس کی۔ مزدور اب بے جان ہو کر زمین پر گرتے جا رہے تھے۔ جنکو کو بھی دو ظالموں نے پکڑا ہوا تھا اور شیرا اسے ہنٹر سے مار رہا تھا۔ جنکو نے اچانک اپنے ہاتھوں کو لمبا کرنا شروع کر دیا۔ شیرا اور اس کے ساتھی حیرت سے جنکو کو دیکھ رہے تھے کہ اس کے جسم میں کیا تبدیلی ہو رہی ہے، لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ جنکو کے ہاتھ اب نہایت تیزی کے ساتھ لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں آدمیوں کو اپنے لمبے ہاتھوں کی مدد سے اٹھا لیا۔ اسے سڑک پر جاتا ہوا ایک کچرے کا ٹرک

نظر آیا اور اس نے ان دونوں کو کچرے کے ٹرک میں پھینک دیا۔ شیرا اب خوف سے کانپ رہا تھا۔ جنکو دانت پیس کر بولا: ''تُو مجھے الٹا لٹکائے گا؟ تجھے میں اب الٹا لٹکاتا ہوں۔''

''کک کون ہو تم؟'' شیرا کے حواس اب قابو سے باہر ہوتے جا رہے تھے۔

''میں ہوں جنکو!'' جنکو نے قہقہہ لگایا اور پھر اس نے شیرا کو اٹھا کر کھڑی ہوئی کرین میں اپنے انتہائی لمبے ہاتھوں کی مدد سے رسی سے باندھ کر الٹا لٹکا دیا۔ شیرا اب خوف کے مارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ پھر ٹھیکے دار کا نمبر آ گیا۔ جنکو نے ٹھیکے دار کو اُٹھایا اور ایک گندے نالے میں فٹ بال کی طرح سے پھینک دیا۔ سارے مزدور یہ منظر دیکھ کر سخت خوف زدہ ہوئے۔ جنکو نے فوراً ہی اپنے آپ کو وہاں سے غائب کر لیا، کیوں کہ اس کی طاقت صرف تھوڑی دیر کے لیے بحال ہوئی تھی۔

جنکو نے اپنے آپ کو ایک ویران جگہ پر پہنچایا اور لیٹ گیا۔ اس کے جسم میں شیرا کے ساتھیوں کی مار کی وجہ سے اب تک درد ہو رہا تھا اور پھر اسے نیند آ گئی۔ جنکو کی سزا کا دوسرا مرحلہ ختم ہو گیا تھا۔

اگلی صبح جنکو کی آنکھ شور غل سے کھل گئی۔ جب اس نے اپنے لباس پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس کے جسم پر سرخ رنگ کا عجیب سا لباس تھا۔ سر پر پگڑی بندھی ہوئی تھی۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ اس نے حیرت سے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ٹرین سیٹی بجاتی ہوئی آ رہی ہے۔ یہ ریلوے اسٹیشن تھا۔ اس نے کوہ قاف میں اکثر ریلوے اسٹیشن اور ٹرینوں کے بارے میں سنا تھا، جو انسانوں کی دنیا میں ہوتی تھیں۔ اب جنکو سمجھا کہ اس وقت وہ ریلوے اسٹیشن پر ہے اور پلیٹ فارم پر لیٹا ہوا ہے۔ پھر اسے اپنے جیسے ہی لباس میں کئی آدمی نظر آئے، اسی لباس میں ایک آدمی جنکو کے قریب آیا اور کہنے لگا: ''اُٹھ بھئی شرفو! ٹرین آ گئی ہے۔ چل مزدوری کر، کب تک پڑا رہے گا؟''

جنکو نے جھجکتے ہوئے پوچھا: ''لیکن تم کون ہو؟''

''ہم قلی ہیں اور لوگوں کا سامان اٹھا کر ٹرین میں رکھتے ہیں۔'' ایک قلی نے ہنستے ہوئے کہا: ''تُو خواب میں شاید اپنے آپ کو کچھ اور سمجھ رہا تھا۔''

سارے قلی ہنسنے لگے۔ پھر جنکو بھی مسافروں کی تلاش میں بڑھ گیا۔ بہر حال سزا کا آخری مرحلہ بھی گزارنا ہی تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ خیریت سے یہ وقت گزر جائے۔ اتنی دیر میں جنکو کو ایک فیملی نظر آ گئی۔ جنکو تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور قریب جا کر بولا: ''لائیں، میں آپ کا سامان اٹھا دیتا ہوں۔''

''کتنے پیسے لو گے؟''

''وہی جو عام مزدوری ہے۔'' جنکو نے ان کا سامان اٹھایا اور ٹرین کے ایک ڈبے میں لے جا کر رکھ دیا۔ اس طرح اس نے تین مسافر خاندانوں کو سوار کرایا۔ اب اس کے پاس کچھ روپے جمع ہو گئے تھے۔ اتنی دیر میں اس نے دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا، لحیم شحیم آدمی جس نے قلی کی لال وردی پہنی ہوئی تھی، جنکو کے قریب آیا اور بولا: ''ہاں بھئی بچے! چل، ٹیکس نکال۔''

جنکو نے حیرت سے پوچھا: ''کون سا ٹیکس؟''

اتنی دیر میں ایک اور قلی جنکو کے پاس آیا اور بولا: ''یہ جگّا قلی ہے، قلیوں کا انچارج۔ یہ سب سے ٹیکس لیتا ہے اور تمھیں بھی اسے ٹیکس دینا پڑے گا۔ اسے پچاس روپے دے دو۔''

جنکو نے نہ چاہتے ہوئے بھی پچاس روپے جگّا کو دے دیے۔ پھر جنکو سارا دن مسافروں کا سامان ڈھوتا رہا۔ اسی دوران شام ہو گئی۔

اب اسے دس سے بارہ لڑکوں کا گروپ نظر آیا۔ وہ کہیں پکنک پر جا رہے تھے۔ وہ نہایت ہی بدتمیز لڑکے دکھائی دیتے تھے اور وہ راہ چلتے لوگوں کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ لڑکوں نے جنکو کو بلایا اور کہا: ''ہمارا سامان رکھ دو، ہر پھیرے کے الگ پیسے دیں گے۔''

جنکو نے پلیٹ فارم سے ٹرین تک پانچ چکر لگائے۔ اس نے لڑکوں سے کہا: ''لاؤ، میری مزدوری، پانچ چکر کے ڈھائی سو روپے۔'' لڑکوں نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر جنکو کو دیا۔ جنکو نے غصے سے کہا: ''لیکن مجھے پورے پیسے چاہییں۔''

''چل بھاگ جا، ہمارا اصول نہیں ہے، کسی کو پیسے ویسے دینا۔ یہ پیسے جو ہم تمھیں دے رہے ہیں، شکر کر کے رکھ لے۔ ہم سے تو پورا کالج کانپتا ہے، تُو کیا چیز ہے۔''

ان لڑکوں نے جنکو کو ٹرین سے باہر دھکا دے دیا۔ جنکو غصے میں دوبارہ ان لڑکوں کی طرف بڑھا اور ایک لڑکے کے پیٹ میں لات ماری۔ وہ لڑکا تو گر گیا، لیکن دوسرے لڑکوں نے جیسے جنکو کو فٹ بال بنالیا۔ سب مل کر اس کو مار رہے تھے اور اب انھوں نے ڈبے کا دروازہ بھی بند کر لیا تھا۔ جنکو کی چیخیں گونج رہی تھیں: ''ارے بچاؤ، بچاؤ۔'' اتنی دیر میں گارڈ نے سیٹی بجائی اور ٹرین نے چلنا شروع کر دیا۔

اب مغرب کا وقت ہو چلا تھا۔ جنکو نے اپنی طاقت کو بحال ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ اس نے لڑکوں کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لڑکوں نے اسے اٹھا کر ٹرین سے باہر پھینکنا چاہا تو اس نے اپنے آپ کو گینڈے کے روپ میں بدل لیا۔ لڑکے حیرت سے یہ دیکھ رہے تھے کہ اس قلی کی جگہ یہ گینڈا کہاں سے آ گیا ہے؟ لیکن اب دیر ہو چکی تھی اور لڑکوں کی کم بختی آ گئی تھی۔ جنکو گینڈے کے روپ میں سب لڑکوں کو ٹکریں مارنے لگا۔ لڑکے گینڈے کے حملے سے ادھ موئے ہو گئے، پھر جنکو ٹرین کا دروازہ توڑ کر چلتی ٹرین سے باہر آ گیا۔

جنکو کو پلیٹ فارم پر جگّا قلی دکھائی دیا۔ اس نے سوچا کہ جگّا کو بھی سبق سکھانا چاہیے۔ اس نے جگّا کے قریب جا کر کرخت آواز میں کہا: ''اب غریب قلیوں سے ٹیکس لے گا؟''

جگّا کے اوسان خطا ہو گئے۔ گینڈا وہ بھی انسانی آواز میں بولتا ہوا؟ اور جگّا وہیں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ ابھی جنکو مزید کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک عجیب سی گھنٹیوں کی آواز آئی۔

''ارے! یہ آواز تو طلسماتی گاڑی کی ہے۔'' جنکو خوشی سے اچھل پڑا، پھر گاڑی میں سے ایک محافظ نکلا اور جنکو سے ہاتھ ملا کر بولا: ''آؤ جنکو! تمھاری سزا پوری ہو گئی ہے۔ چلو، کوہ قاف واپس چلیں۔'' جنکو تھوڑی ہی دیر میں کوہ قاف پہنچ گیا۔ پھر اس نے توبہ کی کہ آئندہ کبھی شرارتیں نہیں کرے گا کہ اسے انسانوں کی دنیا میں جانا پڑے۔ اب جنکو ایک اچھا اور سمجھ دار جن بن گیا۔ ☆

چمگادڑ

محمد انوار احمد

بہن! وہاں کیوں لٹکی ہو
ادھر ہی تم بھی آ لٹکو

باہر دھوپ ابھی نکلی ہے
روشنی میں بھی تیزی ہے

نکلو گی تو بھٹک جاؤ گی
واپس پھر نہ آ پاؤ گی

اس سے بہتر اپنی جگہ ہے
تھوڑا بہت اندھیرا ہے

جلدی دن اب ڈھل جائے گا
جلد ہی سورج چھپ جائے گا

کھل جائیں گی پھر تو آنکھیں
اتنے کرلیں ، ہم دو باتیں

اللہ کی یہ رحمت ہے
تاریکی میں راحت ہے

ہم ہیں ایک ننھی مخلوق
جو نہ مانگیں کوئی حقوق

کھالیتے ہیں کیڑے مکوڑے
ہوا میں ہم سب اڑتے اڑتے

یوں ہم پیٹ ہیں اپنا بھرتے
اور ہیں شکر اللہ کا کرتے

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے ہمیں بھیج دیں، مگر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

حسن اخلاق

مرسلہ: محمد رضا علی سرگانہ ملتان

مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ کے گھر کے قریب ایک آتش پرست کا گھر تھا۔ ایک دفعہ وہ سفر پر گیا ہوا تھا۔ اس کے گھر چراغ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا شیر خوار بچہ اندھیرے میں روتا تھا۔ حضرت بایزیدؒ نے اپنا معمول بنا لیا کہ جونہی رات ہوتی، وہ چراغ اُٹھا کر ہمسائے کے گھر میں رکھ آتے۔ اس طرح بچہ خوش ہو جاتا۔ وہ شخص سفر سے واپس آیا تو بیوی نے اس کو سارا حال سنایا۔ وہ حضرت بایزیدؒ کے حسنِ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

جانوروں پر رحم

مرسلہ: محمد تنویر انگراء، پیلو وینس

ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اسے شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ اسے ایک کنواں نظر آیا۔ وہ کنوئیں میں اُتر گیا۔ پانی پی کر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی شدت سے اسی طرح کی تکلیف پہنچ رہی ہوگی، جیسی مجھے پہنچی تھی۔ وہ پھر کنویں میں اُترا اور اپنا جوتا پانی سے بھرا اور باہر آ کر اس کتے کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اور اس کو بخش دیا۔

ایک جیسے خواب

مرسلہ: صفیہ وہاب انصاری، کراچی

جب سے مجھے یہ پتا چلا ہے کہ مخمل کے گدے پر سونے والوں کے خواب زمین پر سونے والوں کے خوابوں سے مختلف نہیں ہوتے، تب سے خدا کے انصاف پر مجھے پورا اعتماد ہو گیا۔

ملّی ترانہ

شاعر: ندیم نیازی

پسند: پرویز احمد بگٹی، اوباڑو

پاک وطن ہے پاکستان
اس سے پیار مرا ایمان
میری آنکھ کا تارا ہے یہ
مجھ کو جان سے پیارا ہے یہ
اس کا جھنڈا ہم کو پیارا
جس پہ چمکے چاند اور تارا
پاک وطن ہے پاکستان
سب سے اونچی اس کی شان

پچاس سال بعد

مرسلہ: اسد سردار، بلدیہ ٹاؤن کراچی

اسمتھ صاحب نے کسی رسالے میں پڑھا تھا کہ لاعلاج بیماروں کو مسالے لگا کر کئی سال کے لیے منجمد کر دیا جاتا ہے، تاکہ جب بیماری کا علاج دریافت ہو جائے تو ان کا علاج کر دیا جائے۔ انھیں مستقبل میں جھانکنے کا بہت شوق تھا، چناں چہ انھوں نے رضا کارانہ طور پر خود کو تجربے کے لیے پیش کیا اور سائنس دانوں سے کہا کہ انھیں پچاس سال کے لیے منجمد کر دیا جائے۔

پچاس سال بعد جب اسمتھ صاحب دوبارہ بیدار ہوئے تو انھوں نے جدید لباس اور جدید کاروں پر نگاہ ڈالے بغیر ٹیلے فون بوتھ کا رخ کیا۔ ڈائرکٹری میں اپنے کاروباری حصے دار کا نمبر دیکھا اور اس سے پوچھا: "آج کل لوہے کا کیا بھاؤ ہے؟"

جواب ملا: "ایک ٹن پچاس لاکھ ڈالر کا ہے۔"

اسمتھ صاحب خوشی سے اُچھل پڑے۔ پچاس سال میں ہر ٹن پر انھیں ۴۹ لاکھ ڈالر کا فائدہ ہو گیا تھا۔ دوبارہ پوچھا: "اسٹیل کا کیا بھاؤ ہے؟"

جواب ملا: "دو کروڑ بیس لاکھ ڈالر فی ٹن۔"

اسمتھ صاحب خوشی سے ناچنے لگے۔ ریسیور رکھا اور باہر نکلے تو بوتھ کے نگراں نے کہا: "ٹیلے فون کال کے پچاس ہزار ڈالر تو دیتے جائیں۔"

زندگی کیا ہے؟

مرسلہ: عبداللطیف خان، کوٹ غلام محمد

☆ زندگی ایک کلی ہے، جسے کھلنے اور مرجھانے میں دیر نہیں لگتی۔

☆ زندگی کتاب ہے، جس کے ورقے بند

ہونے میں وقت نہیں لگتا۔

☆ زندگی شمع ہے، جو جلتے جلتے ایک دن بجھ جاتی ہے۔

☆ زندگی ایک قلم ہے، جس کی سیاہی ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔

☆ زندگی خدا کی امانت ہے۔

آٹھ کا حرف

مرسلہ: وجیہ انور جاوید ہاشمی، کراچی

معتصم باللہ عباسی خاندان کا آٹھواں خلیفہ تھا اور اپنے بھائیوں میں بھی آٹھویں نمبر پر تھا۔ اس نے آٹھ سال، آٹھ مہینے اور آٹھ دن حکومت کی۔ اس نے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں چھوڑیں۔ اس نے خزانے میں اسی لاکھ دینار اور ایک سو اٹھارہ لاکھ درہم چھوڑے۔ اس نے آٹھ ہزار غلام اور اٹھارہ ہزار گھوڑے چھوڑے۔ اس نے آٹھ جنگیں جیتیں۔ اس نے ۲۲۷ھ کا ربیع الاول ختم ہونے سے آٹھ دن پہلے وفات پائی۔

تحفہ

مرسلہ: خوش بخت، گھوٹکی

کسی ادارے کا ایک بڑا افسر ریٹائرڈ ہوا تو الوداعی پارٹی میں اس کے ماتحت افسر نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"آج ہم سے ایک ایسا شخص جدا ہو رہا ہے جو خوف کا مطلب نہیں جانتا تھا۔ بزدلی اور ظلم کے لفظ سے ناآشنا ہے، جو شکست کے معنی نہیں سمجھتا۔ جس نے آج تک ناکامی کا لفظ نہیں سنا، جو ناممکن کے لفظ سے ناواقف ہے۔ بتائیے! ایسے شخص کو ہماری طرف سے کیا تحفہ دیا جائے؟"

پیچھے سے کسی نے آواز لگائی: "اردو کی لغت۔"

ہم شکل، ہم راز

مرسلہ: علینہ سلیم، رحیم یار خاں

سیلون میں ایک شخص یا سالک حکمراں تھا۔ ایک روز اسے معلوم ہوا کہ شہر میں ایک آدمی کی شکل اس سے ملتی جلتی ہے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے ہم شکل کو بلوا کر

اسے اپنی خلوت گاہ کا محافظ مقرر کر دیا۔ جب جی چاہتا، بادشاہ اسے شاہی لباس پہنا کے اپنی مسہری پر بٹھا دیتا اور خود اس کی جگہ دروازے پر کھڑا ہو جاتا۔ امیر، وزیر اور خدام نقلی بادشاہ کو جھک جھک کر سلام کرتے اور اس کے سامنے رکھ رکھاؤ سے پیش آتے۔ اصل بادشاہ بہت محظوظ ہوتا۔ ایک بار بھیس بدلے ہوئے نقلی بادشاہ نے اصل بادشاہ پر غداری کا الزام لگایا اور اسے موقع پر ہی ہلاک کروا دیا۔ اس کے بعد "یاسالک" کے ہم شکل نے عمر بھر حکمرانی کی اور بہت زمانے تک کسی کو اس کا راز پتا نہ چلا۔

اندھا اور لالٹین

مرسلہ: سمیرا بروہی، شہداد پور

بہت دنوں کی بات ہے۔ کسی گاؤں میں ایک اندھا رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ اسے کہیں بھی جانا ہوتا تو لاٹھی کے سہارے ٹٹول ٹٹول کر چلتا اور اپنا کام کر کے واپس آ جاتا۔ وہ اکثر محسوس کرتا کہ جلدی میں لوگ اس سے ٹکراتے ہوئے نکل جاتے اور اس بات کا ذرا خیال نہ کرتے کہ کہیں وہ نابینا ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑے۔ اس نے ایک روز اپنے پڑوسی سے ایک لالٹین منگوائی۔ ایک ہاتھ میں لاٹھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین لے کر چل پڑا۔ لوگ اس کو حیران ہو کر دیکھنے لگے کہ یہ لالٹین اندھے کو کیسے راستہ دکھائے گی۔ لوگوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے یہ لالٹین آنکھوں والوں کے لیے لی ہے، تاکہ وہ ذرا دیکھ کر چلیں کہ کوئی اندھا گزر رہا ہے اور اس سے بچ کر چلیں۔

سخاوت کہاں گئی؟

مرسلہ: جہاں زیب میرانی، ملتان

ایک شخص سخاوت میں مشہور تھا۔ ایک دن اس کے بیٹے نے دریافت کیا: "بادا جان! کیا آپ سخاوت کی بابت کچھ بتا سکتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟" باپ نے جواب دیا: "بیٹے! سخاوت کی صحیح تعریف یہ ہے کہ سائل جو کچھ مانگے، وہ اسے عطا کر دیا جائے۔" ذہین بیٹے نے کہا: "لیکن باوا جان! یہ عطا تو سوال کی قیمت ہوگئی، سخاوت کہاں رہی!" باپ نے لاجواب ہو کر گردن جھکا لی۔

حاتم طائی

نادیہ یاسمین بنوری

پرانے وقتوں کی بات ہے کہ یمن میں طے نامی ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام حاتم طائی تھا۔ حاتم طائی اپنی سخاوت اور خدمتِ خلق کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس کی سخاوت کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں عرب کا حکمراں نوفل تھا۔ نوفل نے جب دیکھا کہ ہر طرف حاتم کے ہی چرچے ہیں۔ ہر کوئی اس کی نیکی اور اچھائی کے گن گاتا ہے۔ ہر ضرورت مند مدد کے لیے حاتم کے ہی پاس جاتا ہے تو وہ حاتم کا دشمن بن گیا۔ دشمنی کی وجہ صرف یہ تھی کہ بادشاہ کے بجائے ہر کوئی حاتم کی تعریف کرتا تھا۔ حاتم کی سخاوت کے قصے بیان کرتا تھا۔ وہ حاتم سے جلتا تھا کہ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی حاتم کی شہرت اس سے زیادہ ہے۔ بادشاہ نے حسد کا شکار ہو کر حاتم کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا اور اس نے اپنی فوج کے ساتھ حاتم کے علاقے پر حملہ کر دیا۔

حاتم کو یہ جان کر دکھ ہوا کہ بادشاہ نے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اس کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے۔ حاتم نے یہ سوچ کر کہ اس کی وجہ سے خون خرابا ہوگا، بے گناہ لوگ مارے جائیں گے، اس نے اپنا شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ حاتم اپنا شہر چھوڑ کر پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ جب شہر میں داخل ہوا تو کسی نے اس کی فوج کا مقابلہ نہ کیا، کیوں کہ حاتم طائی شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ بادشاہ نے حاتم کا تمام مال و اسباب لُوٹ لیا۔ اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص حاتم کو ڈھونڈ کر لائے گا، اس کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔

حاتم نے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لے رکھی تھی۔ ایک روز اسی کھوہ کے قریب ایک بوڑھا لکڑہارا اور اس کی بیوی لکڑیاں کاٹ رہے تھے۔ وہ بہت غریب تھے اور مشکل سے زندگی بسر

کر رہے تھے ۔ روز روز کی محنت و مشقت سے تنگ آئی ہوئی لکڑ ہارے کی بیوی حسرت سے بولی: ''کاش! حاتم طائی ہمارے ہاتھ لگ جاتا تو ہم اسے بادشاہ کے حوالے کر کے انعام پا لیتے اور ہمیں روز روز کی اس مصیبت سے نجات مل جاتی ۔''

لکڑ ہارا بولا: ''فضول بات مت سوچ ۔ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حاتم ہمارے ہاتھ لگ جائے اور ہم انعام حاصل کر کے آرام سے زندگی بسر کر سکیں ۔ ہمارے نصیب میں تو یہی لکھا ہے کہ ہم جنگل سے لکڑیاں کاٹیں، سر پر رکھ کر شہر لے جائیں اور ان کو فروخت کر کے اپنا پیٹ بھریں ۔''

حاتم طائی کھوہ کے اندر بیٹھا یہ باتیں سن رہا تھا ۔ یہ سوچ کر حاتم دل میں خوش ہوا کہ چلو، میں اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی کسی کے کام آ سکتا ہوں ۔ چناں چہ وہ کھوہ سے باہر آیا اور بوڑھے میاں بیوی سے بولا: ''میں ہی حاتم ہوں ۔ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو اور اس کے حوالے کر کے انعام حاصل کر لو ۔ جلدی کرو، اگر کسی اور نے مجھے دیکھ لیا تو پھر تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے ۔''

حاتم کی باتیں سن کر لکڑ ہارا بولا: ''بھائی! تمھارا بہت شکریہ ۔ بے شک ہم غربت کے ستائے ہوئے ہیں، مگر ہم اتنے ظالم نہیں کہ تمھیں بادشاہ کے حوالے کر کے انعام حاصل کریں، ہم اسی طرح محنت مزدوری کر کے زندگی کے دن کاٹ لیں گے ۔ اپنے آرام کی خاطر ہم یہ ظلم نہیں کریں گے ۔''

حاتم نے کہا: ''ارے بھائی! یہ ظلم نہیں ۔ تم مجھے زبردستی پکڑ کر تو نہیں لے جا رہے ہو ۔ میں تو اپنی خوشی سے تمھارے ساتھ جانے کو تیار ہوں ۔ میرے اوپر تمھارا یہ احسان ہوگا کہ تم مجھے نیکی اور خدمت کا موقع دو گے ۔''

حاتم نے ان کو آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن لکڑ ہارا کسی صورت تیار نہ ہوا تو حاتم نے اس سے کہا: ''اگر تم میری بات نہیں مانتے تو میں خود بادشاہ کے پاس جاتا ہوں اور اسے بتاتا ہوں کہ اس بوڑھے نے مجھے چھپایا ہوا تھا، پھر بادشاہ خود تمھیں سزا دے گا ۔''

لکڑ ہارا اور حاتم اس بحث میں مصروف تھے کہ کچھ اور لوگ حاتم کو تلاش کرتے ہوئے ادھر

آ نکلے۔ انھوں نے حاتم کو پہچان لیا اور اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بوڑھا اور اس کی بیوی بھی ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے۔ بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر ہر شخص یہ دعوا کر رہا تھا کہ حاتم کو اس نے پکڑا ہے، وہی انعام کا مستحق ہے۔ بہت سارے دعوے داروں کی وجہ سے بادشاہ کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ حاتم کو پکڑنے والا کون ہے؟

آخر بادشاہ نے حاتم سے کہا: '' حاتم! تم ہی بتاؤ کہ تمھیں پکڑ کر لانے والا کون ہے؟ تاکہ اسے انعام کی رقم دی جائے۔''

حاتم بولا: '' حضور والا! سچ تو یہ ہے کہ مجھے پکڑنے والا بوڑھا لکڑہارا ہے، جو چپ چاپ پیچھے کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا ہے۔ باقی لوگ انعام کے لالچ میں جھوٹ بول رہے ہیں۔''

لکڑہارا بولا: '' حضور والا! سچ تو یہ ہے کہ میں بھی حاتم کو پکڑ کر نہیں لایا، بلکہ یہ خود آیا ہے۔''

پھر لکڑہارے نے بادشاہ سلامت کو تفصیل سے بتایا کہ کس طرح لکڑیاں کاٹتے وقت اس کی بیوی نے کہہ دیا تھا کہ اگر حاتم ان کو مل جائے تو وہ اسے بادشاہ کے حوالے کر کے انعام پائیں اور مصیبت کی زندگی سے نجات پائیں۔ حاتم ہماری باتیں سن کر پہاڑ کی کھوہ سے نکل آیا اور اصرار کرنے لگا کہ ہم اسے بادشاہ کے پاس لے جائیں اور انعام پائیں۔ ہم جب حاتم کو کسی طرح بھی لانے پر تیار نہ ہوئے تو وہ خود ہی آپ کے پاس آنے کے لیے چل پڑا۔ دوسرے لوگ تو ویسے ہی چل پڑے تھے۔ اب یہ سب انعام کی خاطر جھوٹ بول رہے ہیں۔

بادشاہ کو جب حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے حاتم سے کہا: '' حاتم! میں تمھاری شہرت سے تمھارا دشمن بن گیا تھا۔ مجھے اپنے کیے کا افسوس ہے۔ تم واقعی عظیم انسان ہو، جو ہر حال میں دوسروں کی مدد اور خدمت کے لیے تیار رہتے ہو۔ میں تم سے اپنے کیے کی معافی مانگتا ہوں۔''

اس کے بعد بادشاہ نے لکڑہارے کو انعام دیا اور جھوٹے دعوے داروں کو سزا دی اور حاتم کا سارا علاقہ اسے واپس کرنے کا اعلان کیا۔ ☆

نونہال خبر نامہ

معمر خاتون کی جمع پونجی کوڑے کی نذر

برطانیہ کی ایک معمر خاتون نے اپنی عمر بھر کی جمع پونجی کوڑے میں پھینک دی، جس کو سخت کوشش کے باوجود کوڑے میں سے تلاش نہیں کیا جاسکا۔ برطانوی اخبار کی رپورٹ کے مطابق لانسنگ کی رہایشی خاتون نے اپنی عمر بھر کی جمع پونجی ۱۲ ہزار پاؤنڈ جو پچاس پچاس پاؤنڈ کے نوٹوں کی گڈیوں کی صورت میں تھی، کوڑے میں پھینک دی۔ اسے کوڑا اُٹھانے والے اہلکار اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہونے پر معمر خاتون کی بیٹی نے متعلقہ اہلکاروں کو اس واقعے سے آگاہ کیا، جس پر کچرا کونڈی میں مزید کوڑا پھینکنے کا سلسلہ روک کر چودہ اہلکاروں کو رقم کی تلاش پر لگا دیا گیا، جو ۴۵ منٹ میں ۲۵ ٹن کوڑا چھاننے کے بعد بھی کام یابی حاصل نہ کر سکے۔

دس سیکنڈ میں چارج ہونے والی موبائل فون بیٹری تیار

امریکی سائنس دانوں نے ایسی بیٹری تیار کرنے میں کام یابی حاصل کر لی ہے، جس کو چارج کرنے کے لیے صرف ۱۰ سیکنڈ کا وقت درکار ہوگا۔ سائنسی جریدے کے مطابق امریکا کے میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والے سائنس دانوں نے کہا ہے کہ برقی بیٹریوں کو مختصر وقت میں چارج کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کے بعد اب نہ صرف بیٹریوں سے چلنے والی کاروں کی رفتار میں اضافہ ممکن ہوگا، بلکہ انتہائی چھوٹے سائز کے درجنوں برقی آلات تیار کیے جاسکیں گے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ان کی اس کام یابی کے نتیجے میں موبائل فون کا سائز بہت کم ہو جائے گا۔ امریکی ماہرین کا کہنا ہے کہ کار میں استعمال ہونے والی بیٹری کو جسے اس وقت چارج کرنے کے لیے ۶ سے ۸ گھنٹے درکار ہوتے ہیں، صرف پانچ منٹ میں چارج کر لیا جائے گا۔ ☆

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

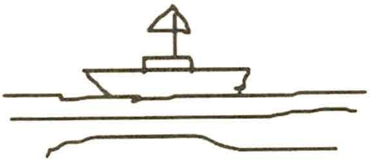

(۱)

(۲)

(۳)

ٹوتھ برش تیکنیک بھی مصوری کا طریقہ ہے۔ آپ بھی سیکھیے اور مشق کیجیے۔ سمندر کی لہریں بنائیے اور بھی خوب صورت تجربے کیجیے۔ پہلے خاکہ بنائیے (جیسے نمبر ۱) پھر رنگ بھریے اور ٹوتھ برش کو رنگ میں ڈبو کر انگوٹھے کی مدد سے خاکے پر اسپرے کیجیے (نمبر ۲) تصویر میں لہریں اور آسمان کی شفق کو دکھایا گیا ہے۔ (نمبر ۳)

BAKE PARLOR®
سب ہی کھاتے ہیں
BAKE PARLOR
TOMATO KETCHUP
catch the taste of freshness
Economy Pack
1Kg
ہر دم موج اُڑاتے ہیں
بیک پارلر سب ہی کھاتے ہیں
SAIHA

نونہال مصور

ماریہ، پشین

وقار حسین، ناظم آباد

بختاور مصطفیٰ، کہروڑ پکا

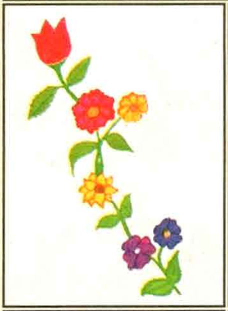

رافعہ خالد، کراچی

امیمہ جمیل، کراچی

سائرہ احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ

تصویر خانہ

احدیہ خان غوری، کورنگی

طیب رزاق، بھمبر

نوین رئیسانی، کانک بلوچستان

لاریب فاطمہ شہزادی، کراچی

محسن شمشاد، راولپنڈی

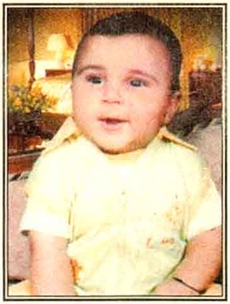

محمد تقی، کراچی

محمد حسین حیدر، کوٹ ادو

شانزے عامر، لانڈھی

تاشقند کا لکڑہارا

معراج

بہت دن گزرے، تاشقند میں ایک غریب لکڑ ہارا رہتا تھا۔ اس کا نام شیرازی تھا۔ وہ دن بھر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر میں فروخت کرتا۔ اسے اتنا تھوڑا سا معاوضہ ملتا کہ اس کا گزارا بہت مشکل سے ہوتا۔

شہر سے بہت دور ایک درویش کی جھونپڑی تھی۔ وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ شیرازی ان درویش کی خدمت میں حاضر ہوا اور جھونپڑی کے باہر سے آواز لگائی: ''اے محترم بزرگ! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟''

درویش نے کہا: ''دروازہ کھلا ہے، تم اندر چلے آؤ۔''

شیرازی جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اس نے ادب سے درویش بابا کو سلام کیا اور بولا:

''بابا جی! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ اللہ کے واسطے! میری کچھ مدد کیجیے۔''

درویش نے کہا: ''مجھے کل ہی شہر کے قاضی نے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی بھیجی ہے۔''

یہ سن کر شیرازی کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

درویش نے کہا: ''بیٹا! میں مفت میں اشرفیاں نہیں بانٹا کرتا۔ تم مجھے اپنی کوئی چیز دے دو اور اشرفیوں کی تھیلی لے لو۔''

شیرازی بولا: ''میرے پاس آپ کو دینے کے لیے ہے ہی کیا؟ ایک کلہاڑی اور ایک جھونپڑی۔''

درویش نے کہا: ''یہ دنیاوی مال و اسباب میرے لیے بے کار ہے۔ تم کوئی ایسی چیز دو، جو تمھاری اپنی ہو۔ مثلاً تمھاری دیکھنے کی قوت (قوت باصرہ)۔'' یہ کہہ کر درویش نے اپنا ہاتھ شیرازی کی آنکھوں پر رکھ کر ہٹایا۔ اس کے ساتھ ہی شیرازی کی بینائی (نظر) جاتی رہی۔

شیرازی گھبرا کر بولا: ''بابا جی! آپ نے تو میری دنیا ہی اندھیری کر دی۔ اب میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاؤں گا۔ راستے میں کسی گڑھے میں گر جاؤں گا یا کسی چیز سے ٹکرا کر زخمی ہو جاؤں گا۔ اللہ کے واسطے! میری بینائی واپس کر دیجیے۔''

درویش نے اپنا ہاتھ شیرازی کی آنکھوں پر رکھا اور اس کی بینائی واپس آ گئی۔

شیرازی نے کہا: ''آپ میری کوئی اور چیز لے لیں۔''

درویش بابا نے کہا: ''رنگوں کی شناخت لے لوں؟''

شیرازی خوش ہو کر بولا: ''جی ہاں، آپ مجھ سے رنگوں کی شناخت لے لیجیے۔''

درویش نے اس کی آنکھوں سے ایک رنگین جھلی نکال کر شیشی میں بند کر دی۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ شیرازی پھر درویش کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ درویش نے کہا: ''دروازہ کھلا ہے۔ میرے بچے! تم اندر چلے آؤ۔''

شیرازی نے کہا: ''میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ رنگوں کی شناخت ختم ہونے

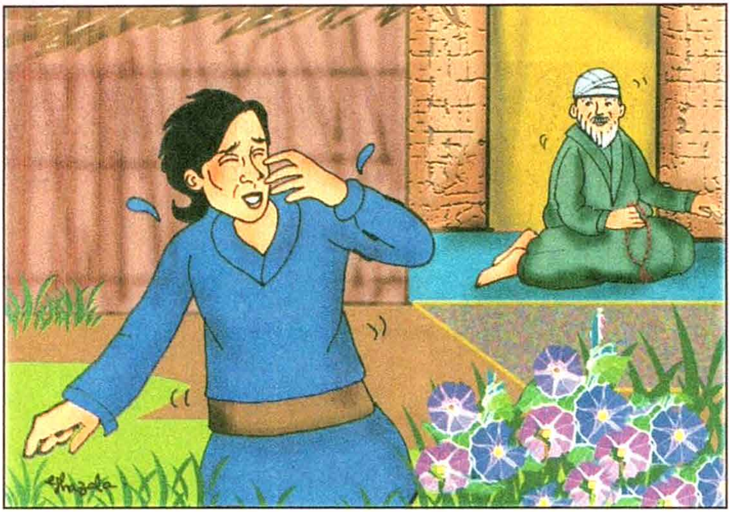

سے سب رنگ سفید یا سیاہ نظر آتے ہیں۔ آسمان کی نیلاہٹ، زمین کا مٹیالا رنگ، درختوں کی ہریالی، گھاس کی سبزہ، پھولوں کی رنگینی سب ہی جاتی رہیں۔ کالے رنگ کا شوربا اور دودھیا سفید روٹیاں دیکھ کر مجھے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ کالے سیاہ رنگ کے تربوز کی کالی قاش کھاتے وقت دل متلانے لگتا ہے۔ اللہ کے واسطے! میری رنگوں کی شناخت مجھے واپس کر دیجیے۔''

درویش نے شیشی سے رنگین جھلی نکال کر شیرازی کی آنکھوں پر دوبارہ لگا دی۔

شیرازی فوراً جھونپڑی سے باہر کی طرف دوڑا۔ وہ بہت دیر تک نیلے آسمان، سرسبز گھاس، سرخ اور گلابی پھولوں، طرح طرح کے رنگین پرندوں کو دیکھتا رہا اور آخر میں بولا: ''اللہ! تیرا شکر ہے۔ مجھے تو اب معلوم ہوا کہ رنگوں کے بغیر زندگی کتنی بے مزہ ہے۔''

درویش نے کہا: ''ہاں بھئی! اب بتاؤ، میں تمھاری کون سی صلاحیت ختم کروں؟ تمھاری قوتِ سماعت یعنی سننے کی طاقت چھین لوں؟''

شیرازی بولا: ''ہاں بھوکوں مرنے سے بہتر ہے کہ انسان بہرا ہو کر زندگی گزارے۔''

گلے میں ہو خراش، آئے ورم یا آواز بیٹھ جائے
شربت توت سیاہ
سردی آتے اور جاتے وقت گلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ایسے میں
گلے میں خراش، ورم آنے یا آواز بیٹھ جانے
کی شکایات عام ہوتی ہیں۔ ہمدرد شربت توت سیاہ کی چند خوراکیں گلے کی
ان شکایات کا فوری خاتمہ کرتی ہیں۔ اب سردی آئے یا جائے۔ آپ
کے گلے کو کیا گلہ۔ کیونکہ آپ کو تو ہے ہمدرد شربت توت سیاہ ملا۔
ہمدرد
بولو کھُل کھُلا کے!
FOCAL POINT

درویش نے شیرازی کے کانوں سے کچھ نکال کر ایک ڈبیا میں بند کر دیا۔

ابھی تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ شیرازی پھر درویش کی جھونپڑی کے باہر کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا: ''میرے بابا! میری مدد فرمایئے۔''

درویش نے کہا! ''کیا بات ہے؟ تم بہت پریشان دکھائی دیتے ہو!''

شیرازی بولا: ''اے بزرگ! اب میں چڑیوں کے چہچہانے، کوئل کی کوکو، بلبل کی سریلی آواز سے محروم ہو گیا ہوں۔ بازار جاتا ہوں تو ہر وقت حادثے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ کل شام میرے پیچھے سے آنے والا گھوڑا بھڑک گیا۔ لوگوں نے مجھے متوجہ کرنے کے لیے زور زور سے آوازیں دیں، لیکن مجھے کچھ سنائی نہ دیا۔ ایک شخص نے مجھے بازو سے پکڑ کر کنارے کھینچ لیا اور گھوڑا میرے پاس سے گزر گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں حادثے کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ آپ میری سننے کی طاقت واپس کر دیجیے۔''

درویش نے شیرازی کو سننے کی طاقت واپس کر دی اور کہا: ''ہاں بھئی! اب تمھاری کون سی صلاحیت ختم کروں؟ حسِ ذائقہ اور حسِ شامہ لے لوں۔ پھر نہ تمھیں کسی چیز کا ذائقہ محسوس ہوگا اور نہ خوش بو یا بدبو۔''

شیرازی نے کہا: ''جی ہاں! ذائقے اور سونگھنے کی حس میرے لیے کسی کام کی نہیں ہے۔ یہ آپ لے لیجیے۔''

درویش نے اپنی دو انگلیاں شیرازی کے حلق میں ڈال کر کوئی شے نکالی اور شیشی میں بند کر کے ڈاٹ لگا دی۔ شیرازی خوشی خوشی اپنے گھر لوٹا۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ پھر بزرگ درویش کی جھونپڑی کے باہر کھڑا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔

درویش نے کہا: ''میرے بچے! دروازہ کھلا ہی ہے۔ تم اندر چلے آؤ۔''

شیرازی بولا: ''میرے محترم بزرگ! میں عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔''

درویش نے کہا: ''اللہ تمھارے حال پر رحم فرمائے۔''

شیرازی نے کہا: ''میری قوتِ ذائقہ کیا گئی، زندگی بے مزہ ہو کر رہ گئی۔ دال روٹی ہو یا پراٹھا کباب، حلوا پوری ہو یا بریانی، ہر چیز کا لطف جاتا رہا۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ میں زردہ پلاؤ کھا رہا ہوں یا بھوسا چبا رہا ہوں۔ پچھلے دنوں تو میں مرتے مرتے بچا۔''

درویش نے پریشانی سے پوچھا: ''کیوں؟ کیا ہوا؟''

شیرازی بولا: ''میں نے سڑا ہوا کھانا کھالیا۔ ذائقہ محسوس نہ کرنے اور سونگھنے کی صلاحیت ختم ہونے کی وجہ سے میں یہ محسوس نہ کر سکا کہ یہ کھانا خراب اور بدبودار ہو گیا ہے۔ میں اسی وقت شدید بیمار ہو گیا۔ بہت دن تک اسی حال میں پڑا رہا۔ تب کہیں اس قابل ہو سکا کہ آپ کے آستانے پر حاضر ہو سکوں۔''

درویش نے پھر کہا: ''اللہ تمھارے حال پر رحم فرمائے۔''

پھر بزرگ اس شیشی کو اٹھا لائے اور اس میں سے کوئی شربت شیرازی کے حلق میں انڈیل دیا۔ اس کے ساتھ ہی شیرازی کی قوتِ ذائقہ بھی صحیح ہو گئی۔

درویش نے کہا: ''ہاں، اب بتاؤ کہ میں تمھاری کون سی چیز ضبط کروں؟ حسِ لامسہ یعنی چھو کر کسی چیز کو معلوم کرنے کی صلاحیت لے لوں؟''

شیرازی بولا: ''ہاں، یہ بے کار ہے۔ میں خوشی سے چھونے کی حس دینے کو تیار ہوں۔''

درویش نے شیرازی کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور بولے: ''جب تم اپنے گھر پہنچو گے تو تمھاری چھونے کی قوت ختم ہو جائے گی۔''

ابھی تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ پھر درویش کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

درویش نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پوچھا: ''یہ کیا ہوا تمھیں؟''

شیرازی بولا: ''حضور! اس بار زبردست مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ میں چھونے

کی قوت سے محروم ہوگیا ہوں۔ اب مجھے یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ پاؤں زمین پر رکھ دیا ہے کہ نہیں۔ اس طرح میں کئی دفعہ گرا۔ ایک بار تو زینہ اُترتے وقت میں سمجھا کہ میں نے قدمچے پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے، حال آنکہ میرا پاؤں ابھی قدمچے سے کچھ اُوپر ہی تھا۔ جونہی میں نے دوسرا پاؤں اُٹھایا، میں زینے سے لڑھکتا ہوا نیچے آگرا۔ بہت دن بیمار اور زخمی میں پڑا رہا۔ اب کہیں اس قابل ہوسکا کہ آپ کے آستانے پر حاضری دے سکوں۔''

درویش کو شیرازی کا یہ حال دیکھ کر افسوس ہوا۔ انھوں نے کہا: ''اللہ تمھارے حال پر رحم فرمائے۔''

شیرازی پھر بولا: ''حضور! آپ قوت لامسہ مجھے واپس کر دیجیے اور اس کے بدلے میں کوئی اور چیز لے لیجیے۔''

بزرگ درویش نے شیرازی کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کے ساتھ ہی شیرازی کی چھونے کی حس بیدار ہوگئی۔

سیڑھیوں سے گرنے کے بعد اسے جو چوٹیں آئی تھیں، اب ان میں درد اور تکلیف ہونے لگی اور چیخ کر بولا: ''اے بابا! مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے، لیکن اس درد میں بھی راحت ہے۔''

بزرگ درویش نے کہا: ''اب بتاؤ کہ تم مجھے کیا چیز دینا پسند کرو گے؟ تم اپنا سایہ مجھے دے ڈالو، ویسے بھی یہ فضول ہے اور تمھارے کسی کام کا نہیں ہے۔''

شیرازی خوش ہو کر بولا: ''جی ہاں، آپ نے درست فرمایا۔ یہ سایہ واقعی میرے لیے بے کار اور بے مصرف چیز ہے۔ آپ شوق سے میرا سایہ لے سکتے ہیں۔''

درویش نے کہا: ''تم سورج کی طرف منھ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔''

شیرازی نے حکم کی تعمیل کی۔ درویش نے ایک تیز دھار والا خنجر نکالا اور ایڑی کے پاس سے سایہ کاٹ کر جسم سے علاحدہ کر دیا۔ پھر انھوں نے سائے کو کپڑے کی طرح لپیٹ کر الماری

میں رکھ دیا۔

شیرازی خوشی خوشی اپنے گھر روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ لڑکے ملے۔ اتفاق سے ایک لڑکے کی نظر اس پر پڑی تو وہ چیخ کر بولا: ''ارے دیکھو! اس آدمی کا تو سایہ ہی نہیں ہے۔''

ایک بچہ سہم کر بولا: ''میں نے سنا ہے کہ جن بھوتوں کا سایہ نہیں ہوتا۔ ضرور یہ شخص کوئی جن، بھوت ہے یا کوئی خبیث روح ہے۔''

سب بچے ڈر کر چلّاتے ہوئے بھاگے۔ محلے کے کتے بھی شیرازی کو دیکھ کر بھونکنے لگے۔ وہ بھی اسے کوئی جن بھوت سمجھے ہوں گے۔

اب شیرازی دن بھر اپنے کمرے میں بیٹھا رہتا۔ رات کے وقت گھر سے نکلتا اور گھپ اندھیری گلیوں میں پھرا کرتا۔ اس کے دوست، رشتے دار بھی اس کی اس حرکت پر حیران تھے۔ وہ اسے بلاتے، لیکن شیرازی کسی سے ملنے کے لیے نہ جاتا۔

آخر وہ اس قیدِ تنہائی سے گھبرا گیا اور ایک دن پھر بابا کے آستانے پر حاضر ہو گیا اور لگا چیخ چیخ کر پکارنے: ''یا مرشد! پیر صاحب!''

درویش نے دروازہ کھولا اور شیرازی کو دیکھ کر کہا: ''کہو، کیسے آنا ہوا؟''

شیرازی رونے لگا اور بولا: ''حضور! میں بہت تکلیف میں ہوں۔ اللہ کے واسطے! میری مدد کیجیے اور مجھے اس مصیبت اور قید سے نجات دلائیے۔''

درویش نے پوچھا: ''اب کیا ہوا؟''

شیرازی نے جواب میں اپنی کہانی سنا ڈالی اور کہا: ''حضور! مجھے تو اب معلوم ہوا کہ انسان کا سایہ بھی بہت کام کی چیز ہے۔ یہ وہ ساتھی ہے جو ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔ کبھی آگے آگے چلتا ہے اور کبھی پیچھے پیچھے۔ اس سے محروم ہو کر محسوس ہوا کہ جیسے ایک سچا دوست اور دکھ سکھ کا ساتھی ساتھ چھوڑ گیا ہو۔ سائے کے بغیر میں اپنے آپ کو اکیلا اکیلا محسوس کرتا ہوں۔''

بزرگ درویش نے کہا: ''دیکھو بھئی، تمھاری روز روز کی دخل اندازی سے میری

عبادت میں خلل پڑتا ہے۔اب آخری موقع تمھیں دے رہا ہوں۔اس کے بعد میں تمھاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔''

یہ کہہ کر درویش بہت دیر خاموش بیٹھے کچھ سوچتے رہے۔پھر بولے:''تم مجھے اپنا مسام دے ڈالو۔''

شیرازی خوش ہو کر بولا:''جی ہاں، آپ میرے مسام لے لیجیے۔ویسے بھی یہ میرے کسی کام کے نہیں ہیں۔''

درویش نے ایک صراحی سے شیرازی کے جسم پر پانی انڈیلا اور اس کے ساتھ ہی بہت باریک باریک ذرات شیرازی کے جسم سے علاحدہ ہو کر فرش پر گر پڑے۔درویش نے ان ذرات کو جمع کیا اور ایک بوتل میں ڈال کر الماری میں رکھ دیا۔

شیرازی خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف چلا۔ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اس کا جسم گرمی سے تپنے لگا۔گھر پہنچتے پہنچتے اس کی کھال گرمی سے جھلس گئی۔کھال میں بے شمار باریک باریک مسام یعنی سوراخ ہوتے ہیں، جن کے راستے پسینا خارج ہوتا رہتا ہے۔پسینا آنے سے جسم کی جلد گیلی ہو جاتی ہے اور اس کا درجۂ حرارت بڑھنے نہیں پاتا۔مسام ختم ہونے کے بعد شیرازی کا جسم تانبے کے برتن جیسا ہو گیا۔گرمی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جسم بھی گرم ہوتا چلا جاتا۔اپنے جسم کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے شیرازی کو دن میں دس پندرہ بار نہانا پڑتا۔وہ گیلے کپڑے پہنتا۔جسم پر پانی ڈالتا رہتا، پھر بھی جسم کو سکون نہیں ملتا۔وہ دن بھر کمرے میں لیٹا رہتا، شام کے وقت گھر سے نکلتا۔

شیرازی جلد ہی اپنی اس حالت سے عاجز آ گیا۔ایک بار پھر وہ درویش کی جھونپڑی کے باہر کھڑا ہو کر آوازیں لگا رہا تھا:''اللہ کے واسطے! آپ میرے مسام واپس کر دیجیے۔''

درویش نے الماری سے وہ بوتل نکالی جس میں مسام تھے۔اس میں پانی ڈال کر اچھی طرح ہلایا اور شیرازی کے اوپر اُنڈیل دی۔

شیرازی بولا: ''حضور! اب میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ اللہ نے مجھے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہر نعمت ہزاروں اشرفیوں سے زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ یہ رہی، آپ کی ہزار اشرفیوں والی تھیلی۔ میں اب محنت اور ہمت سے اپنی روزی کماؤں گا۔''

وہ جانے کے لیے مڑا، تب درویش نے اسے آواز لگائی: ''ٹھیرو!''

شیرازی رک گیا۔ درویش نے کہا: ''میں جو کچھ تمھیں دے چکا ہوں، اسے اپنے استعمال میں لاؤ۔ محنت اور ایمان داری سے روزی کماؤ۔ اللہ تمھیں برکت دے گا۔'' ☆

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید

ماہنامہ

ہمدرد صحت

صحت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ

✠ صحت کے آسان اور سادہ اصول ✠ نفسیاتی اور ذہنی الجھنیں

✠ خواتین کے صحی مسائل ✠ بڑھاپے کے امراض ✠ بچوں کی تکالیف

✠ جڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج ✠ غذا اور غذائیت کے بارے میں تازہ معلومات

ہمدرد صحت آپ کی صحت و مسرت کے لیے ہر مہینے قدیم اور جدید

تحقیقات کی روشنی میں مفید اور دل چسپ مضامین پیش کرتا ہے

رنگین ٹائٹل --- خوب صورت گٹ اپ --- قیمت: صرف ۳۵ روپے

اچھے بک اسٹالز پر دستیاب ہے

ہمدرد صحت، ہمدرد سینٹر، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

ہنسی گھر

⊙ ایک آدمی نے دوست سے پوچھا: ''ایک پرانے ٹیلے فون میں اور موبائل فون میں کیا فرق ہے؟''

دوست بہت سوچنے کے بعد بولا: ''پرانے ٹیلے فون میں نمبر انگلی سے ڈائل کرتے ہیں اور موبائل میں انگوٹھے سے۔''

مرسلہ: دانیال فیروز، کراچی

⊙ گاہک: ''کیلا کتنے کا ہے؟''

دکان دار: ''۵ روپے کا۔''

گاہک: ''۲ روپے کا دیتے ہو؟''

دکان دار: ''۲ روپے میں تو اس کا چھلکا ملے گا۔''

گاہک: ''یہ لو ۳ روپے اور چھلکا اتار لو۔''

مرسلہ: عزیر ندیم، کراچی

⊙ ایک سرکاری دفتر میں مشاعرے کا انتظام کیا گیا۔ ایک افسر نے اپنا کلام سنانا شروع کیا: ''دو جوڑی موزے''

ماتحتوں کی واہ واہ کی آوازیں آنے لگیں۔

افسر نے پھر جھوم کر پڑھا: ''دو قمیصیں''

آوازیں آئیں: ''واہ وا کیا کہنے۔''

افسر جوش میں آ گیا: ''دو ہی پتلونیں''

آوازیں آئیں: ''بہت خوب، بھئی بہت خوب۔''

افسر چونکتے ہوئے: ''او ہو، یہ تو دھوبی کی پرچی ہے۔''

مرسلہ: زبیر احمد حنفی، سکندآباد

⊙ ایک بے وقوف غلطی سے موٹر سائیکل قبرستان میں لے گیا اور بولا: ''یہ پہلی سڑک دیکھی ہے، جس پر اتنے اسپیڈ بریکر ہیں۔''

مرسلہ: محمد خرم خالد، کراچی

⊙ ایک کرکٹر اپنے دوست کے والد کی تعزیت کے لیے گیا اور پوچھا: ''والد صاحب کی عمر کتنی تھی؟''

دوست نے جواب دیا: ''۹۰ سال۔''

کرکٹر: ''بہت افسوس ہوا، دس سال اور جی لیتے تو سنچری مکمل ہو جاتی۔''

مرسلہ: ارمغان الرحمان، لاہور

مالک (نوکر سے): ''میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جارہا ہوں۔ تم ہوشیاری سے کام کرنا۔ اگر دکان میں کوئی آئے اور تمھیں کچھ آرڈر دے تو اس کی تعمیل ادب سے کرنا۔''

تھوڑی دیر بعد مالک آیا اور پوچھا: ''کوئی آیا تھا؟''

نوکر: ''جی ہاں۔''

مالک: ''کیا آرڈر دیا تھا؟''

نوکر: ''اس نے حکم دیا تھا کہ دونوں ہاتھ اوپر کرکے کونے میں کھڑے ہوجاؤ۔ میں نے نہایت اخلاق سے اس کی تعمیل کی اور وہ نقدی اٹھا کر لے گیا۔''

مرسلہ: اریبہ زاہد، کراچی

استاد (شاگرد سے) ''ناک کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً چھوٹی ناک، لمبی ناک، کھڑی ناک۔ باقی قسمیں تم بتاؤ؟''

شاگرد: ''شرم ناک، درد ناک، غضب ناک، الم ناک۔''

مرسلہ: انیلا محمود عالم انصاری، میر پور خاص

افسر: ''تم نے اپنے ساتھی سے جھگڑا کرتے ہوئے اسے نکما اور کاہل کہا؟''

ملازم: ''جی سر!''

افسر: ''کام چور اور سفارشی کہا؟''

ملازم: ''جی سر!''

افسر: ''اور اسے جاہل، ان پڑھ بھی کہا؟''

ملازم: ''نہیں سر! یہ تو میں کہنا ہی بھول گیا۔''

مرسلہ: عائشہ انصاری، حیدر آباد

ایک آدمی کو بات بات پر شرط لگانے کی عادت تھی۔ ایک دن اس نے اپنے دوست سے کہا: ''اب میں نے شرطیں لگانا بالکل چھوڑ دیا ہے۔''

دوست بولا! ''یہ ممکن نہیں ہوسکتا۔''

پہلا دوست بولا: ''کیوں ممکن نہیں ہوسکتا، لگا لو شرط۔''

مرسلہ: عارفہ شیخ عبدالرزاق، نیو کراچی

بھکاری (کنجوس سے): ''ایک روپیہ دے دو، میں نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا۔''

کنجوس: ''سو روپے دوں گا، یہ بتادو کہ

ایک روپے کا کھانا کہاں ملتا ہے؟''

مرسلہ: انیس محمد حنیف، کراچی

ایک کسان کا بیٹا پڑھ لکھ کر دوسرے ملک چلا گیا۔ کچھ دن بعد اس نے اپنے گاؤں خط لکھا اور کہا کہ میری فیملی کو یہاں بھیج دیں۔ کسان کو فیملی کا مطلب نہیں پتا تھا۔ کئی لوگوں سے پوچھا، آخر ایک شخص نے فیملی کا مطلب رضائی بتایا۔ کسان نے اپنے بیٹے کو خط لکھا: ''تمھاری فیملی کو چوہے کھا گئے ہیں، وہاں سے نئی فیملی خرید لو۔''

مرسلہ: مخدوم فخر الزماں، کامرہ

دل کے مریض کا آپریشن ہونے والا تھا۔ مریض بہت گھبرایا ہوا تھا۔ نرس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں، ڈاکٹر صاحب کو تمھارے آپریشن میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ انھوں نے کل ہی ٹی وی پر بالکل اسی قسم کا آپریشن ہوتے دیکھا ہے۔''

مرسلہ: بختاور مصطفیٰ، کہروڑپکا

استاد (شاگرد سے): ''فرش پر سونے کا کیا فائدہ ہے؟''

شاگرد (معصومیت سے): ''جناب! آدمی نیچے نہیں گرتا۔''

مرسلہ: ابوذر غفاری، سرگودھا

ایک کنجوس پیٹرول پمپ پر جا کر سیلز مین سے بولا: ''بھائی صاحب! ایک روپے کا پیٹرول ڈال دو۔''

سیلز مین (حیرت سے): ''اتنی فضول خرچی کیوں کرتے ہو؟''

کنجوس: ''ہم تو نواب ہیں، بس پیسے اُڑانے کے شوقین ہیں۔''

مرسلہ: یسریٰ مریم، حمزہ شفیع، کراچی

ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا: ''پچھلے سال میں نے زیورات کی دکان کھولی تھی۔''

دوست نے پوچھا: ''تم نے خوب کمایا ہوگا؟''

جواب ملا: ''نہیں، دکان کھولتے ہی پولیس نے مجھے رنگے ہاتھوں گرفتار کرلیا۔''

مرسلہ: اُمیمہ ضیاء، کوئٹہ کینٹ

انعامی سلسلہ ۱۷۱

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہوں گے، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مارچ ۲۰۱۰ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ قبیلہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی تو اس وقت حضور اکرمؐ کی عمر .... سال تھی۔ (۳۰ ۔ ۳۵ ۔ ۴۰)

۲۔ محمد موسیٰ بن خوارزمی کو علم .... کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ (طب ۔ فلسفہ ۔ الجبرا)

۳۔ ابو یوسف یعقوب ابنِ اسحاق مشہور سائنس داں اور فلسفی .... کا اصل نام ہے۔ (الکندی ۔ الفارابی ۔ الرازی)

۴۔ پاکستان ۲۷ رمضان .... ہجری کو آزاد ہوا تھا۔ (۱۳۶۴ء ۔ ۱۳۶۶ء ۔ ۱۳۷۰ء)

۵۔ محترمہ فاطمہ جناح کا انتقال .... جولائی ۱۹۶۷ء کو ہوا تھا۔ (۷ ۔ ۹ ۔ ۱۱)

۶۔ نظم "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام ..... میں شامل ہے۔ (بالِ جبریل ۔ بانگِ درا ۔ ضربِ کلیم)

۷۔ غلام اسحاق خان ۱۷- اگست .... کو پاکستان کے صدر بنے تھے۔ (۱۹۸۰ء ۔ ۱۹۸۴ء ۔ ۱۹۸۸ء)

۸۔ آزادی کے بعد .... کے پہلے صدر احمد عبدالرحیم سوکارنو تھے۔ (ملائیشیا ۔ انڈونیشیا ۔ کروشیا)

۹۔ ہیروشیما اور ناگاساکی .... کے مشہور شہر ہیں۔ (جاپان ۔ جرمنی ۔ فرانس)

۱۰۔ "ارم" کے نام سے .... نے دنیا میں جنت بنائی تھی۔ (قارون ۔ شداد ۔ نمرود)

۱۱۔ ایک منٹ کے ساٹھویں حصے (ایک سیکنڈ) کو .... زبان میں ثانیہ کہتے ہیں۔ (ہندی ۔ لاطینی ۔ عربی)

۱۲۔ انگریزی زبان میں ٹیمپل (TEMPLE) .... کو کہتے ہیں۔ (عدالت ۔ مندر ۔ کلب)

۱۳۔ سورج کی روشنی زمین تک تقریباً .... منٹ میں پہنچتی ہے۔ (۸ ۔ ۱۰ ۔ ۱۲)

۱۴۔ دنیا کے مشہور مصور پکاسو کا تعلق .... سے تھا۔ (پرتگال ۔ اٹلی ۔ اسپین)

۱۵۔ اردو کے اس محاورے کو مکمل کریں: کھودا پہاڑ نکلا .... (نیولا ۔ چوہا ۔ چیونٹا)

۱۶۔ شوق لکھنوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع درست کیجیے:

موت سے کس کو رُستگاری ہے آج وہ، کل .... باری ہے (ہماری ۔ تمھاری ۔ ان کی)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۱۷۱ (مارچ ۲۰۱۰ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ دہرائیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ **۱۸/ مارچ ۲۰۱۰ء** تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (مارچ ۲۰۱۰ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ **۱۸/ مارچ ۲۰۱۰ء** تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

نونہال ادب کی مزاحیہ، مہماتی، حیرت ناک اور معلوماتی کتابیں

جوہر قابل	مسعود احمد برکاتی	۴۵ رُپے
ہتھنی کے تین بچے	سید حسن عباس	۲۰ رُپے
میں اُڑ کیوں نہیں سکتا؟	سید حسن عباس	۲۵ رُپے
زہنگ بان قیاؤ کا انصاف	سید حسن عباس	۲۵ رُپے
بکری کا بچہ	رفیع الزماں زبیری	۲۰ رُپے
روشان	ظفر محمود	۱۲ رُپے
آفتابی سرزمین کا بہادر	رحمان بیردی محمد جانف	۱۰ رُپے
بلبل خوش نوا	رحمان بیردی محمد جانف	۸ رُپے
فال دیکھنے والا	رحمان بیردی محمد جانف	۱۵ رُپے
حسن آباد	رحمان بیردی محمد جانف	۶/۵۰ رُپے
شیر داک	قیوم تانگری قلیف	۱۰ رُپے
گھنٹی	قیوم تانگری قلیف	۱۲ رُپے
ایڈیسن کا بچپن	گوہر تاج	۲۵ رُپے
اُمّت کی مائیں	حسین حسنی	۲۰ رُپے
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں	مولانا فضل القدیر ندوی	۳۵ رُپے

ملنے کے پتے: ☆ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ـ ۷۴۶۰۰
☆ ہمدرد کتابستان، شاہراہ لیاقت، کراچی

بلاعنوان کہانی کے انعامات

جنوری ۲۰۱۰ میں جناب حسن ذکی کاظمی کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے ان میں سے مندرجہ ذیل پانچ عنوانات کو بہترین قرار دیا ہے، جو مختلف علاقوں سے موصول ہوئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں: ۱۔ جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ گیا ۲۔ اور بھانڈا پھوٹ گیا ۳۔ اور پول کھل گئی ۴۔ راز افشاں ہو گیا ۵۔ اور راز کھل گیا۔

انعامی کتاب حاصل کرنے والے ۱۱ نونہال یہ ہیں:

۱۔ افسر شہاب، لانڈھی، کراچی

۲۔ اریبہ دلشاد خانزاد، شاہ فیصل کالونی کراچی

۳۔ فاطمہ علی، بلال ٹاؤن، نارتھ کراچی

۴۔ محمد سعد رسول سواتی، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

۵۔ محمد اسامہ انصاری، لطیف آباد، حیدر آباد

۶۔ ردا زینب نظام شیخ، بلدیہ کالونی، حیدر آباد

۷۔ سعد بن جاوید، مکلی، ٹھٹہ

۸۔ دلشاد انصاری، شیخ شہین روڈ، سکھر

۹۔ محمد عاقب منصوری، چودھری کارنر، سانگھڑ

۱۰۔ حسن احمد، گلشنِ نایاب، راولپنڈی

۱۱۔ محمد عدنان اسلم، جھنگ روڈ، گوجرہ

اس کے علاوہ چند اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں:

خیالی پلاؤ، خیالی بکرا، ناکام حسرت، جھوٹی شان، انا کا مسئلہ، بکرا اور عزت، معصوم شرارت، انوکھی شرارت، حسرت بھری عید، جھوٹ کے پاؤں، بکرے کا بھرم، ڈھول کا پول، معصوم جھوٹ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

❖ **کراچی:** معیز عادل، محمد عمر فاروق، افسر شہاب، محمد معارج، ارسلان ریحان، حافظ محمد عمیص بابر، عوین فہیم، علیزہ یاسمین عبداللہ، واجد نگینوی، شاہ رخ رحمان، سید نبیل منور، سمرہ عائشہ، مصفی زینب محمد سہیل، ماہا امبر، محمد بلال صدیقی، عائشہ خان، محمد دانیال صدیقی، ثاقب تنویر، خدیجہ زاہد، یمنی معین الدین، طوبیٰ یونس شیخ، سیدہ مریم رفیع، کرن مرسلین، ربیعہ ندیم، ارباز خان، حافظہ رابعہ ایوب، جویریہ آصف، زنیرہ سلیم، محمد بن اسحاق، ناعمہ نظامی، افضال احمد خان، حسان احمد، سید محمد انتصار حسن، ویدا ریاض فاطمی، فضتہ العین، سہیل احمد بابوزئی، حافظہ بسمہ قاضی، سمیہ عارف علی، محمد خرم خالد، ماہین انور بیگ بلوچ، نمرہ رامین، مطہرہ ناصر، ملیحہ اشرف، طوبیٰ جاوید اقبال، نمرہ اقبال، سیدہ جویریہ جاوید، سید عبدالمعز ناصر سید عبدالحسیب طٰہٰ عقیل، سائرہ خان، اقصیٰ راؤ، محمد ہاشم خان، محمد اسد سلیم، عائشہ شاہد احمد، فیضان ایم حنیف، فہد انوار، شاہ بشریٰ عالم، عمران اسفر، عابد حسن رندھاوا، غلام عباس پتافی، محمد عاقب، عروسہ اویس، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، سیدہ عفیفہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سیدہ مریم محبوب، آصف احمد، اریبہ دلشاد، ثمر لطافت، وجیہہ زبیر، رمشا جبین، اسماء حسن، ثناء ارم، سید فراز حسن کاظمی، سلیمان امتیاز، راشد عالم، شمائلہ محمد یوسف، عظمیٰ صلاح الدین، صفیہ وہاب انصاری، شازیہ انصاری، رعمیسہ صدیقی، محمد شاہد دہلوی، الیفہ اکبر، فاطمہ علی، عروبہ شمس، حنا احمد شیخ، حمزہ احمد صدیقی، رعنا فاروقی، سعد افراہیم، اُمِ ھانی منصور، عائشہ شاہجہاں، یسریٰ محمود، حمزہ شفیع، طٰہٰ جمیل، وجیھا مطلوب احمد عطاری، سعد افراہیم، حفصہ حمود، خانزادہ، سیدہ نداز ہرا عابدی، ایس علی، ارسہ جاوید، اقراء مقصود، اقرا ندیم، روزینہ شریف، مریم غلام اکبر، راحمہ انصاری، سید حسن شموئیل، سید محمد طیب، حبیبہ حفیظ، سید زین العابدین، سید محمد فیضان، تحریم ملک محمد آصف، مریم رحمان، عادل احمد خان، سیدہ دانیہ حسنین، مریم آصف، یاسر طارق، ارسل بٹ، کومل خالد، دانیال فاروقی، جویریہ جاوید، اکبر تاج، سید محمد عدیل، سیدہ عائشہ امام، عروبہ اسلم، سعود فرخ، طاہرہ ظفر، محمد ہادی مظہر، محمد حمزہ خان، سیدہ وجیہہ حسین نقوی، عشبہ خان، حیا ندیم، محمد شہیر علی خان، نایاب، فاطمہ مصباح سعید، عائشہ بیگ، انشراح یاسر انصاری،

یاسن یاسر انصاری، سید عصفر وسیم، وجاحت مسرور، عمارہ جمیل، عمرانہ عبدالواحد بوڑا، سید زین الحسن، حافظہ عمیرہ خادم حسین، فرحت جاوید، فاطمہ عبداللہ، سید شمس الحق باری، تسمینہ ادریس کھتری، سید بلال حسین ذاکر، طوبیٰ وسیم خان، مہناز احمد، محمد سعد رسول سواتی، سمانہ تقوی، سید طٰحہٰ فاطمی، طوبیٰ جہانگیر زبیری، فرزین اعجاز ملتانی شیرازی، سلمٰی بشیر احمد، طوبیٰ امین کھتری، مصباح محمد رمضان، عروبہ انعم مجید، ارم نسیم خان، مہوش صابر حسین، امجد خان، محمد انس خان غوری، محمد افراز ابدالی، سائرہ عبدالحفیظ وارثی ❖ **حیدرآباد:** محمد اسامہ انصاری، منعم فاطمہ خانزادہ، نمرہ کنول، دانیال خلیل خان، مصباح عارف علی، مصطفیٰ ایوب، طیبہ عبدالواحید، سیدہ حفصہ معروف، مرزا فرحال بیگ، طٰہٰ یاسین، آصف کریم، عائشہ ایمن احتشام، رداء زینب نظام شیخ، ثروت انجم، مدیحہ عبدالناصر صدیقی ❖ **مکلی:** اُمِ کلثوم، عائشہ بی بی، تیمور جاوید، الضحیٰ فاطمہ، سعد حامد، اقصیٰ احمد، وجیہہ جاوید ❖ **ٹنڈو الہیار:** محمد یاسر یاسین کھتری، فرحان بچہ، سمعیہ منظور احمد، محمد آصف یاسین کھتری، رخسانہ محمد صابر پیرزادہ ❖ **ٹنڈو جام:** ارحمہ سلطانہ ❖ **ماتلی (بدین):** شاہد زاہد ❖ **کوٹری (جامشورو):** ذیشان یعقوب سوھترا ❖ **گڈو بیراج:** قرۃ العین عائشہ ❖ **لکھی (شکار پور):** عبدالرؤف بھیو ❖ **لاڑکانہ:** نبی بخش ابڑو، سجاد حسین جعفری ❖ **سکھر:** سدرۃ المنتہیٰ، اقصیٰ فاروق، کاشف حسین ابڑو، حوریہ جبیں، معاذ علی حامد انصاری، دلشاد انصاری، سلطان خان بھٹی ❖ **روہڑی:** شاہ نور جمشید خان، ماہ نور جمشید خان ❖ **محراب پور:** اسفند صابر انبالوی، ملک یاسر محمود ❖ **سکرنڈ:** عبدالصمد جاوید، محمد اویس دانش خانزادہ ❖ **نواب شاہ:** محمد بلال ریاض قریشی، رخسار معیز ❖ **دربیلو:** محمد یوسف سولنگی ❖ **گھوٹکی:** حسنین، احسان، سعد، زویا، خوش بخت، دعا، محمد علی ❖ **شہداد پور:** عنایت علی صدیقی ❖ **سرھاری:** محمد منور بروھی ❖ **ٹنڈو آدم:** محمد اظہر حسین، نوشین گل صغیر احمد، نائلہ مجید شیرازی ❖ **سنجھورو:** رانا ذوالفقار حیدر راجپوت، رانا مبین حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت ❖ **سانگھڑ:** جویریہ فرہاد علی، محمد افضل رندھاوا، ثناء پرویز رندھاوا، توشیبا الطاف، شنکر لال حیدری، حمزہ محبوب، رافعہ رسول

رحمانی، محمد عاقب منصوری، کرن اقبال بھٹی ❖ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور، فائزہ عمران، سدرہ خان ❖ **جھڈو:** احسان اللہ، محسن علی، شہزیم راجا ❖ **عمر کوٹ:** سعدیہ حیدر علی شاہ ❖ **ٹنڈو جان محمد:** شہنیز ہ، عفت سمیع، دانیال مسعود راجپوت، عابدہ عبدالغفار ❖ **کوٹ غلام محمد:** حفصہ کنزہ ❖ **لاہور:** مریم ایوب، نیسہٰ ثاقب، زیبا بشیر، غالیہ ارم، حارث عبداللہ، ضحیٰ علی، صالحہ فاروق علی، محمد مصطفیٰ خاور، امتیاز علی ناز، حافظ محمد دانش عارفین، فاطمہ اسلم چودھری ❖ **فیصل آباد:** زریاب گوہر اویس، زینب ناصر، عائشہ اکرم، محمد منصور خالق، سارہ طارق ❖ **سمندری:** سلمان امنڈوکی ❖ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر ❖ **سیالکوٹ:** حفصہ بتول ❖ **سمبڑیال:** محمد اسد بلال ❖ **کامونکی:** محسن خالد بٹ، حسن رضا سردار ❖ **لاوہ:** عمر جمیل، سعد خالد، نازیہ نورین ❖ **کالا گجراں (جہلم):** ہارون الرشید ❖ **دینہ:** محمد شعیب حسن سیالوی ❖ **جہلم:** منیب داؤد ❖ **اسلام آباد:** اقصیٰ چغتائی، چودھری محمد عبیدالرحمان، اذکیٰ ابرار، قراۃ العین ذوالفقار، حسین ملک، محمد کامران ❖ **راولپنڈی:** رابعہ خان، حسن احمد، حمنہ شاہد، ایمن سہیل، وجیہہ شبیر ❖ **ڈیرہ غازی خان:** سیدہ مسکان زہرا رضوی ❖ **ملتان:** زبیر احمد حنفی، غیور حسین، عمر دراز نوناری، راؤ محمد مبشر شبیر، سید عطاء المنعم بخاری، احمد ذکی، سیدہ رغینہ بخاری ❖ **کامل پور موسیٰ:** فیض الرحمان، معاویہ انیس ❖ **کامرہ:** قاسم بہزاد ❖ **دومیل:** صالحہ بتول ❖ **رحیم یار خان:** اسامہ طیب ❖ **خان پور:** عثمان حفیظ ❖ **گوجرہ:** محمد عدنان اسلم ❖ **گورالہ:** لبابہ نورالدین ❖ **جھنگ:** محمد ابوبکر جبار ❖ **جہانیاں:** عیشہ نوید رندھاوا ❖ **کبیر والا:** اسامہ طیب ❖ **کلورکوٹ:** سدرہ وحید ❖ **بہاول نگر:** عروج علی ❖ **بہاول پور:** آمنہ فاطمہ ملک ❖ **خانقاہ شریف:** محمد مزمل رفیق ❖ **احمد پور شرقیہ:** محمد وسیم اللہ یار ❖ **سرگودھا:** محمد شعیب مصطفیٰ، محمد بلال شاہد ❖ **پشاور:** ماریہ فاروق ❖ **ڈیرہ اسماعیل خان:** ذوالنورین علیزئی، حمنہ ہاشمی ❖ **جہانگیرہ (نوشہرو):** لیلیٰ جلیل الرحمان ❖ **ایبٹ آباد:** خالد نثار ❖ **جھنگی:** اقراء فاروق ❖ **کوئٹہ:** آسیہ ظاہر ❖ **کوٹلی (آزاد کشمیر):** محمد جواد چغتائی ❖ **بھمبر (آزاد کشمیر):** طلحہ شبیر۔ ☆

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید۔ حیات و خدمات

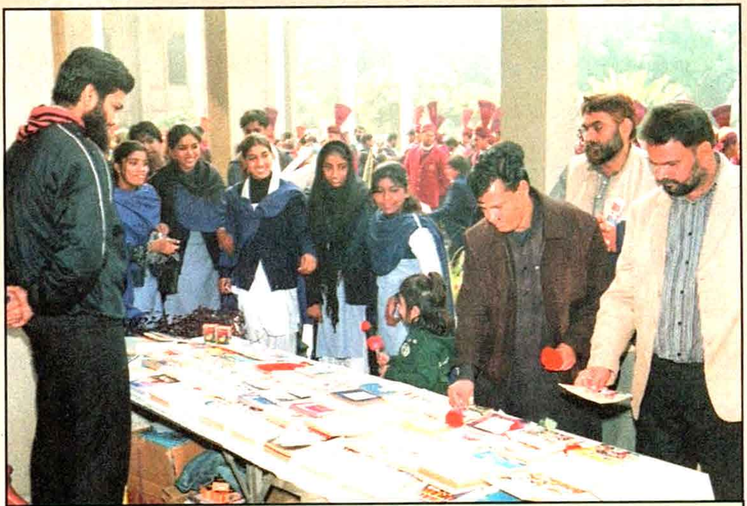

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور کے موقع پر نونہال ادب کی کتابوں کے اسٹال پر شائقین اور طلبہ کا ہجوم

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور .... **رپورٹ: سید علی بخاری**

قائدِ نونہال شہید حکیم محمد سعید کے یومِ پیدائش ۹- جنوری کو حکومتِ پاکستان نے ''بچوں کا قومی دن'' قرار دیا ہے۔ اس دن کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآنِ مجید سے کیا گیا۔ مہمانوں میں مشیر وزیر اعلا پنجاب محترمہ ذکیہ شاہنواز، سیکرٹری ایجوکیشن چودھری محمد اسلم کمبوہ، صدر ریسرچ سوسائٹی آف انٹرنیشنل لا محترم احمر بلال صوفی اور چیئرمین سہارا فار لائف محترم ابرارالحق شامل تھے۔ نظامت کے فرائض مہک صابر اور فاطمہ ریحان نے سرانجام دیے۔ صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ سعدیہ راشد نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور نونہالوں کو

تاکید کی کہ وہ اپنے قائد شہید حکیم محمد سعید کی زندگی کو مشعلِ راہ بنائیں۔ مہمانِ خصوصی ذکیہ شاہنواز نے کہا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی باتیں سن کر میرا دل بہت بڑا ہو گیا ہے۔ حکیم صاحب کی بچوں کے لیے محبت، محنت، سچائی، لگن اور حکمت کو میں ان بچوں میں دیکھ رہی ہوں۔ حکیم صاحب زندہ تھے، ہیں اور رہیں گے۔ چودھری محمد اسلم کمبوہ نے حکیم صاحب کو اپنا آئیڈیل تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ حکیم محمد سعید جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ محترم احمر بلال صوفی نے بھی تعلیم اور صحت کے میدانوں میں حکیم صاحب کی خدمات کو سراہا۔ جناب ابرار الحق نے نونہالوں کی پُر زور فرمائش پر اپنی مشہور حمد "تیرے رنگ رنگ" سنائی۔ نونہال مقررین ملائکہ صابر، سیف علی، فرزاد قمر، مبشرہ حفیظ، رؤف الحسن اور نویرا بابر نے عہد کیا کہ وہ پیارے قائدِ نونہال کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اس ملک کی تقدیر بدل دیں گے۔ انیسہ فاطمہ قادری نے دعائیہ اور فجر بابر نے شہید حکیم محمد سعید پر خصوصی نظم "پیارے بابا" پیش کی۔ نونہالوں کے قومی دن کی مناسبت سے ان کی تفریح اور دل چسپی کے لیے پپٹ شو، میجک شو، پی ٹی شو، ٹیبلوز، ملی ترانے، جمپنگ کیسل، فری میڈیکل کیمپ، کراٹے مظاہرہ، رسا کشی کے مقابلے، بینڈ پرفارمنس اور فیس پینٹنگ کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی .... رپورٹ: حیات بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں مہمانِ خصوصی محترم جنرل (ر) جہانداد خان (چیئرمین الشفاء آئی ٹرسٹ) تھے۔ اسپیکر نونہال رابعہ ممتاز تھیں۔ قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد بھی شریک تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد حمدِ باری تعالیٰ پاکستان نیشنل اسکول سسٹم کی طالبات نے اور نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نونہال شاہ زیب زاہد نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں محمد علی، برکت علی، عروج بتول، مائرہ نور، فاطمہ شعیب، انیقہ امجد اور سیف اللہ شیخ شامل تھے۔ نونہالوں نے ایک خوب صورت ملی نغمہ، قائدِ نونہال کی زندگی پر ایک خاکہ اور ایک خوب صورت ٹیبلو "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" پیش کیا۔ محترمہ سعدیہ راشد نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید انکسار اور عاجزی کا

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی، اسلام آباد کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی لیفٹیننٹ جنرل (ر) جہاں داد خاں اور محترمہ سعدیہ راشد کے ساتھ انعام پانے والے طلبہ اور طالبات۔

پیکر تھے۔ وہ شفقت و خدمت کی بہترین مثال اور سراپا اخلاق تھے۔ حکیم صاحب نے انسانیت کی خدمت اور نونہالوں سے محبت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا۔ حکیم صاحب یہ جانتے تھے کہ اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے بندوں کا پیار حاصل کرنا ہی اصل کامیابی ہے۔ الحمدللہ وہ اسے پانے میں کامیاب رہے۔ میرا دل خوش ہے کہ ہمارے نونہال اپنے قائد کی باتوں پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ میں پاکستان کے روشن مستقبل کے لیے پُر امید ہوں۔

محترم جنرل (ر) جہانداد خان نے کہا کہ حکیم محمد سعید کی جاری کردہ ہمدرد نونہال اسمبلی، ان کے اعلا تعلیمی ادارے، طبی رسالے اور مدینۃ الحکمہ ان کے نہایت اعلا کارنامے ہیں، جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ ان کی ملی، قومی، طبی اور علمی خدمات نمایاں ہیں۔ جنرل جہانداد خان نے حکیم محمد سعید شہید کی اعلا خدمات پر الشفاء آئی ٹرسٹ اسپتال میں ایک شعبہ ان کے نام سے منسوب کرنے کا اعلان بھی کیا۔ آخر میں دعائے سعید پیش کی گئی۔ ★

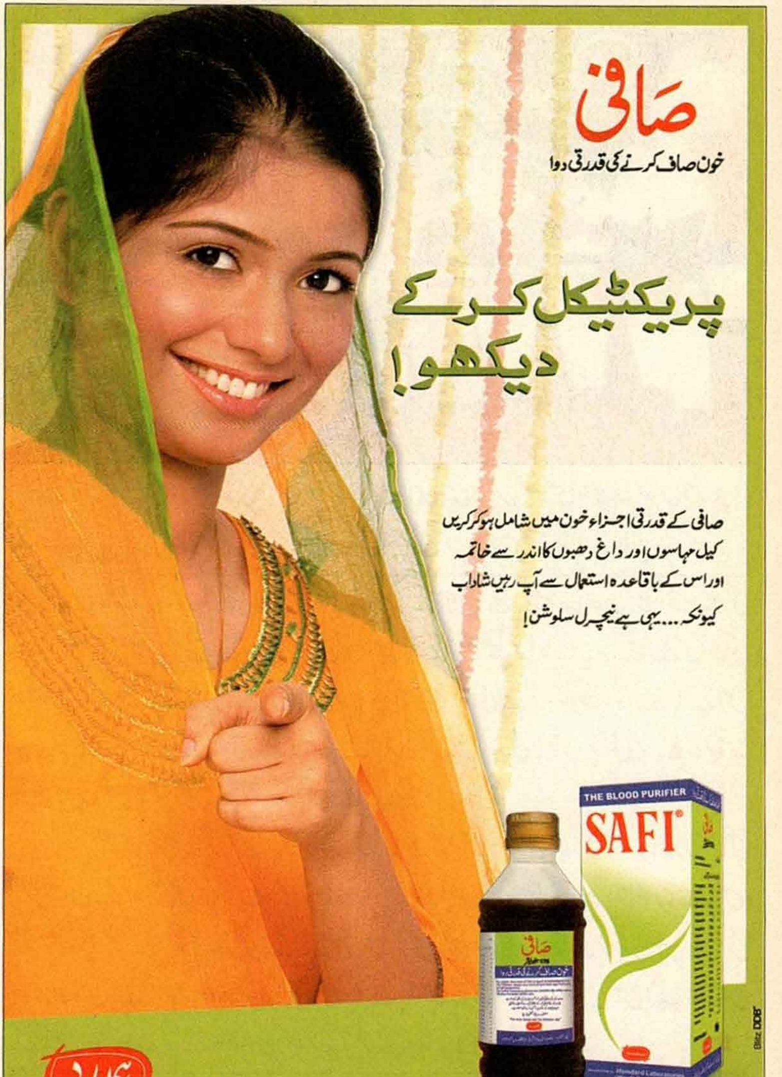
صافی
خون صاف کرنے کی قدرتی دوا
پریکٹیکل کرکے دیکھو!
صافی کے قدرتی اجزاء خون میں شامل ہوکر کریں
کیل مہاسوں اور داغ دھبوں کا اندر سے خاتمہ
اور اس کے باقاعدہ استعمال سے آپ رہیں شاداب
کیونکہ.... یہی ہے نیچرل سلوشن!
THE BLOOD PURIFIER
SAFI®
ہمدرد

اصلی حق دار

محمد اقبال شمس

کسی گاؤں میں تین دوست رہتے تھے۔ اشرف، عابد اور ہاشم۔ اشرف مچھلیاں فروخت کیا کرتا تھا۔ عابد ایک مچھیرا تھا، جب کہ ہاشم سبزیاں فروخت کر کے اپنی گزر بسر کیا کرتا تھا۔ ان تینوں کی ایک ہی خواہش تھی کہ وہ دولت مند بن جائیں۔ وہ سوچتے تھے کہ کہیں سے ان کے پاس الٰہ دین کا چراغ آ جائے، جس سے وہ راتوں رات امیر آدمی بن جائیں، مگر ان کی خواہش ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی۔

ایک دن ہاشم کی بیوی عارفہ نے رات کے کھانے میں مچھلی پکانے کی خواہش ظاہر کی۔ ہاشم،

اشرف سے مچھلیاں خرید لایا۔ عارفہ مچھلیاں صاف کرنے لگی کہ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک مچھلی کے پیٹ کے اندر کوئی چمک دار چیز ہے۔ اس نے فوراً ہاشم کو بتایا۔ ہاشم بھی اسے دیکھتا ہی رہ گیا، اس نے وہ چمکدار چیز مچھلی کے پیٹ سے نکالی، پھر وہ بولا: ''اری نیک بخت! یہ تو کوئی قیمتی ہیرا معلوم ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے خدا نے ہماری سن لی۔ اسے بیچ کر اب ہم امیر بن جائیں گے۔''

دوسرے دن وہ جوہری کی دکان پر گیا اور اسے وہ ہیرا دکھاتے ہوئے بولا: ''میں یہ ہیرا فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا دھیان سے دیکھ کر بتانا کہ یہ کتنی مالیت میں فروخت ہو جائے گا۔''

جوہری نے ایک مخصوص عدسہ اپنی آنکھ سے لگا کر ہیرے کو دیکھا اور پھر حیران رہ گیا۔ وہ بولا: ''میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا قیمتی ہیرا نہیں دیکھا۔ سچ سچ بتاؤ، یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ کہیں سے چُرایا تو نہیں ہے؟''

ہاشم بولا: ''یہ ہیرا میں نے کہیں سے نہیں چُرایا ہے، بلکہ ایک مچھلی کے پیٹ سے نکلا ہے، جو میں نے اپنے دوست اشرف کی دکان سے خریدی تھی۔''

جوہری بولا: ''دیکھو، یہ تو بہت قیمتی اور نایاب ہیرا ہے اور اسے خریدنے کی حیثیت مجھ میں نہیں ہے، البتہ اگر تم کچھ دن صبر کر سکتے ہو تو ایک آدھ دن بعد میں اپنے ایک جوہری دوست سے کاروباری سلسلے میں ملاقات کے لیے جاؤں گا۔ میں اس سے ہیرے کا ذکر کرتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ اسے خریدنے کے لیے تیار ہو جائے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں جب تک اسے اپنے پاس رکھوں گا۔'' یہ کہہ کر ہاشم واپس چلا گیا۔ قریب ہی جوہری کا ایک نوکر بھی تھا، جس نے یہ سب سن لیا تھا۔ وہ اشرف کو جانتا تھا۔ وہ فوراً اشرف کے پاس گیا اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اشرف کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے لگا کہ اتنا قیمتی ہیرا اس کے پاس ہی موجود تھا اور اسے علم بھی نہیں ہوا۔ وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگا، پھر یکایک اسے ایک خیال آیا۔ وہ فوراً ہاشم کے پاس گیا اور بولا: ''دیکھو ہاشم! جس

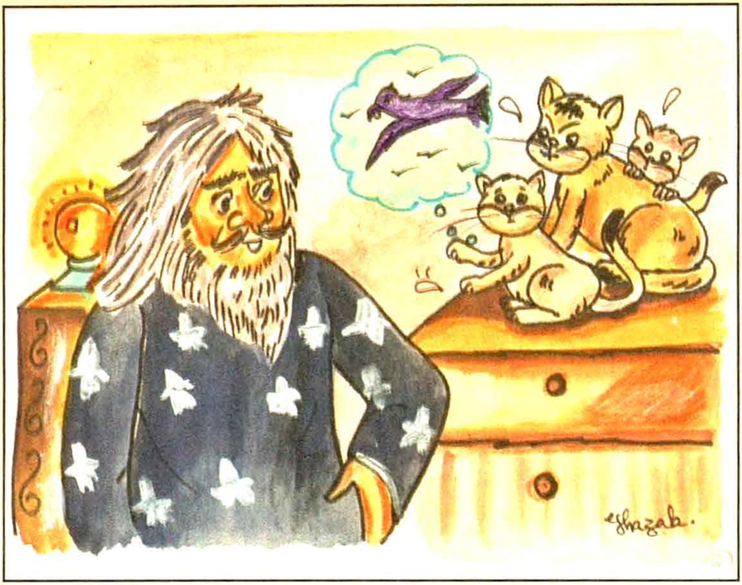

مچھلی کے پیٹ سے ہیرا نکلا ہے، وہ مچھلی میری تھی۔ تم نے صرف مچھلی خریدی تھی، ہیرا نہیں، لہٰذا اس ہیرے کا حق دار میں بھی ہوں۔ اس کا برابر کا حصہ مجھے بھی ملنا چاہیے۔''

یہ سن کر پہلے تو ہاشم بہت حیران ہوا کہ اسے یہ خبر کیسے ہوئی، پھر بولا: ''دیکھو اشرف! دوستی اپنی جگہ، مگر اس ہیرے کا حق دار صرف میں ہی ہوں۔''

یہ سن کر اشرف چلا تو گیا، مگر اس نے قاضی کی عدالت میں ہاشم کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔

عابد مچھیرے کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ وہ بھی شہر کے قاضی کی عدالت میں پہنچ گیا اور مقدمہ دائر کر دیا کہ قیمتی ہیرے کا حق دار صرف وہ ہے، کیوں کہ وہ مچھلی اس نے پکڑی تھی، اگر وہ مچھلی نہیں پکڑتا تو ہیرا ابھی نہیں ملتا۔

قاضی اس انوکھے مقدمے پر کافی حیران تھا۔ وہ سوچ بچار کرنے لگا کہ اس مقدمے کا فیصلہ

روح افزا
مشروبِ مشرق
I love my
Doodh Rooh Afza
Blitz DDB
National Brands of the year Award 2006-07
Export Brands of the year Award 2006-07
SGS
Hamdard
SGS
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
ISO 9001: 2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4, Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk

کس طرح کرے۔ اس سے پہلے کہ قاضی اس مقدمے کا فیصلہ کرتا، ایک مشہور ڈاکو بہزاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہاشم کے گھر پہنچ گیا اور ہاشم سے وہ ہیرا لے اڑا۔ جب یہ خبر اشرف اور عابد تک پہنچی تو وہ بھی ہاتھ ملتے رہ گئے۔ ان کا امیر بننے کا خواب چکنا چور ہو گیا تھا اور وہ سوچنے لگے کہ کاش، لالچ کرنے کے بجائے ہیرا بیچ کر آپس میں رقم تقسیم کر لیتے تو یہ نوبت نہیں آتی۔

ملک کے جنوبی حصے میں ایک کالی پہاڑی تھی، جس میں اوطاس نامی ایک جادوگر اپنے محل نما گھر میں رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک بھورے رنگ کی بلی تھی اور اس کے دو بچے، جو دن بھر شرارتیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔

ایک دن جادوگر غصہ ہونے لگا کہ اس کا ایک نہایت قیمتی خاندانی ہیرا غائب ہو گیا ہے۔ بھوری بلی کو جب اس کا علم ہوا تو اسے اپنے بچوں پر شک ہوا۔ اس نے انھیں اپنے پاس بلا کر پوچھا: ''پیارے بچو! کیا تم نے کوئی چمک دار چیز دیکھی تھی؟''

ایک بچہ بولا: ''ہاں امی! وہ چمک دار چیز ہمیں آقا اوطاس کے کمرے سے ملی تھی اور ہم اس سے کھیلتے کھیلتے باہر آئے، پھر اچانک ایک سنہرے رنگ کا عقاب آیا اور اسے اپنی چونچ میں دبا کر بادلوں میں غائب ہو گیا۔''

بھوری بلی نے فوراً اوطاس کو ساری بات بتا دی۔ اس بات پر وہ بہت غصہ ہوا، مگر بچوں کے بھولپن کی وجہ سے انھیں کچھ نہیں کہا۔ پھر وہ سنہرے عقاب تک پہنچ گیا اور اس پر بہت غصہ ہوا اور اپنا ہیرا اس سے طلب کیا۔ عقاب نے پہلے تو جادوگر سے معافی مانگی اور بولا: ''میں ہیرا چونچ میں دبائے سمندر کے اوپر سے گزر رہا تھا کہ وہ ہیرا میری چونچ سے چھوٹ کر سمندر میں جا گرا۔''

یہ سن کر اوطاس سمندر کی طرف بھاگا اور اس نے ایک بہت بڑی مچھلی کی شکل اختیار کی اور سمندر کی تہ میں پہنچ کر سیدھا مچھلیوں کی ملکہ کے پاس گیا اور اس کے سامنے سارا قصہ بیان کر دیا۔ ملکہ نے تمام مچھلیوں کو حکم دیا کہ سمندر کا کونا کونا دیکھ کر وہ ہیرا تلاش کریں، مگر کسی مچھلی کو وہ ہیرا نہیں

ملا۔ آخر ایک مچھلی ملکہ کے پاس آئی اور اسے بتایا کہ اس کی ایک ساتھی مچھلی نے وہ ہیرا نگل لیا تھا، مگر ایک مچھیرا اسے پکڑ کر لے گیا۔ ملکہ نے فوراً اوطاس کو یہ خبر دے دی۔ یہ سن کر اوطاس فوراً سمندر سے باہر آیا اور پھر اس نے جادو کے ذریعے عابد مچھیرے کا پتا معلوم کر لیا۔ جادوگر اس کے پاس گیا اور اسے ڈرایا کہ وہ ہیرا اس کے حوالے کر دے، ورنہ وہ اسے بھسم کر دے گا۔

عابد روہانسی آواز میں بولا: ''میں نے انجانے میں یہ مچھلی اشرف کو فروخت کر دی تھی۔''

جادوگر فوراً اشرف کے پاس پہنچ گیا اور اسے بھی ڈرایا۔ اشرف بہت گڑگڑایا اور بتایا کہ ہاشم وہ مچھلی اس سے خرید کر لے گیا تھا۔ یہ سن کر وہ ہاشم کے پاس پہنچ گیا۔ ہاشم اسے دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگا اور اسے بتایا کہ وہ ہیرا تو بہزاد ڈاکو چرا کر لے گیا ہے۔ آخر جادوگر بہزاد کے پاس پہنچ گیا اور اس سے اپنا ہیرا طلب کیا، مگر اس نے ہیرا دینے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ سن کر اوطاس غصے سے پاگل ہو گیا اور اس کے منھ سے آگ نکلنے لگی، جس سے بہزاد ڈاکو جل کر راکھ ہو گیا اور پھر اوطاس اپنا ہیرا لے کر وہاں سے چلا گیا۔

ان تینوں دوستوں کو جب بہزاد کے انجام کا علم ہوا تو وہ خدا کا شکر ادا کرنے لگے کہ ہیرا ان کے پاس نہیں تھا، ورنہ ان کا انجام بھی بہزاد کی طرح ہوتا اور وہ سوچنے لگے کہ خدا جو بھی کرتا ہے، بہتر ہی کرتا ہے۔ اب انھوں نے الہٰ دین کے چراغ کے ذریعے راتوں رات امیر بننے کا خواب دیکھنا چھوڑ دیا اور اس بات پر پورا یقین کر لیا کہ جو کچھ انسان کو حاصل ہوتا ہے، اپنی محنت اور لگن سے حاصل ہوتا ہے۔ ☆

گھر کا پتا

بعض نونہال اپنے خط میں اپنے اسکول یا اپنے والد کی دکان یا دفتر کا پتا لکھتے ہیں۔ اگر گھر کا پتا صحیح نہ ہو تو مجبوری ہے۔ ورنہ گھر کا پتا لکھنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اسکول اور دکان کا پتا تو بدل بھی جاتا ہے۔

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

محمد رضا علی سرگانہ، ملتان	محمد عدیل رشید، حیدر آباد
سارہ الیاس، ڈیرہ غازی خان	مبشر شبیر، سکندر آباد
حافظ اسد الرحمان، لاہور	سارہ طارق، فیصل آباد
شہیر ثاقب، راولپنڈی	حافظ محمد معاذ ابو طالب، کراچی

سعد افراہیم، کراچی

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مرسلہ: محمد رضا علی سرگانہ، ملتان

جس کو خدا نے بھیجا، اپنا بنا کے پیارا
ایک ایک حرف جس پر قرآن کا اتارا
جس نے ہماری دنیا اور دین کو سنوارا
وہ ہے نبیؐ ہمارا، وہ ہے نبیؐ ہمارا
جس نے ہمیں سکھایا، نیکی کی رہ پہ چلنا
بچنا برائیوں سے، سچائیوں میں ڈھلنا
نام خدا پر جس نے ہر ایک کو پکارا
وہ ہے نبیؐ ہمارا، وہ ہے نبیؐ ہمارا

سر سید احمد خاں

محمد عدیل رشید، حیدر آباد

سر سید احمد خاں ۱۷- اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد تقی اور نانا کا نام خواجہ فرید تھا۔ دونوں متقی، درویش مزاج انسان تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے حاصل کی۔ ۱۸۳۸ء میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت آپ کی عمر اکیس سال تھی۔ ۱۸۴۲ء میں آپ نے منصفی کا امتحان دیا اور اس میں کام یابی حاصل کی اور اسی سال آپ کو دہلی میں جج مقرر کر دیا گیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب

مسلمان معاشرتی ، معاشی اور اقتصادی مایوسیوں سے دوچار تھے تو آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے مسلمانوں کے تعلیمی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔

آپ نے مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب کیا۔ انگریز حکومت نے ۱۸۵۷ء میں بلاتعصب مظلوم افراد کی مدد اور دیگر خدمات کے صلے میں آپ کو ''سر'' کا خطاب دیا۔ اس طرح آپ سید احمد خاں سے سر سید احمد خاں بن گئے۔ آپ نے علی گڑھ میں اسکول قائم کیا، جو ترقی کر کے کالج بن گیا۔ آپ نے ۱۸۷۰ء میں اپنے بھائی ''سید محمد'' کے تعاون سے مشہور رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا۔ اس کے بعد ''سید الاخبار'' دہلی سے جاری کیا۔

آپ کی بے مثال تصانیف میں خطبات احمدیہ، اسبابِ بغاوتِ ہند، آثار الصنادید مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ مضامین اور خطوط کے متعدد مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

سر سید احمد خاں کا شمار ان سیاسی مسلم مفکرین اور مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے جنھوں نے ہندستانی مسلمانوں کے لیے علاحدہ وطن کا ایک خاص راستہ متعین کیا اور ممکنہ منزل کی نشاندہی بھی کی۔ انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں انگریزوں کی تہذیب کا مطالعہ کیا اور ان کی کم زوریوں سے واقف ہو کر مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

آپ کو سلیس اردو کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔ آپ نے مسلمانوں میں بیداری کے لیے جو تحریک شروع کی، اس کا خوب صورت اختتام قیامِ پاکستان کی صورت میں ہوا۔ سر سید احمد خاں ۱۸۹۸ء کو اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

چھپا ادیب

سارہ الیاس، ڈیرہ غازی خان

محمود عابدی ملک کے مقبول رسالے ماہ نامہ ''گلاب'' کے مدیر اعلا تھے۔ وہ بچوں کے اس پیارے رسالے کے بانی تھے اور اس سے انھیں جذباتی لگاؤ بھی تھا۔ اگر چہ رسالے کا عملہ موجود تھا، مگر وہ زیادہ تر کام خود ہی

نمٹاتے تھے۔ کچھ عرصے سے وہ ایک عجیب الجھن کا شکار تھے۔

ایک دن سلیم صاحب ان کے کمرے میں آئے اور بولے: ''واہ سر! آپ کی نئی کہانی تو بڑی زبردست ہے۔''

''مگر میں نے تو کوئی کہانی نہیں لکھی۔''

ان کی آواز میں حیرت تھی۔ ''ارے جناب! کیوں مذاق کرتے ہیں؟ رسالہ مرتب ہو چکا ہے، کچھ دیر میں شاکر آپ کو دے جائے گا، چیک کر لیجیے، تاکہ پریس میں بھیجا جاسکے۔''

محمود عابدی نے وہ کہانی دیکھی تو حیران رہ گئے۔ وہ بہترین کہانی تھی اور انداز واقعتاً ایسا کہ ان کی تحریر کا گمان ہوتا تھا۔ انھوں نے آخری صفحے پر نام دیکھا ''م۔ع'' درج تھا، جب کہ پتا کسی گاؤں کا تھا۔ ذہن پر زور دے کر سوچا، مگر انھیں یاد نہ آیا کہ رات یہ کہانی فائل میں تھی یا نہیں۔

خیر رسالہ شائع ہو کر اسٹالوں پر آ گیا اور ہر تبصرے میں اس کہانی کی تعریف یوں کی گئی تھی: ''آپ کی تحریر تو بازی لے گئی، انکل! سب سے اچھی آپ کی کہانی تھی، واہ! کیا کہانی تھی، زبردست۔'' انھوں نے سلیم صاحب کو ہدایت کی کہ اگلے شمارے میں یہ اعلان لگا دیا جائے کہ ''م۔ع''، محمود عابدی نہیں کوئی اور ہیں۔ سلیم صاحب اب بھی حیران تھے: ''تو کیا یہ کہانی آپ کی نہیں؟''

''نہیں، اور اب اس موضوع کو چھوڑیے، نئے شمارے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟'' انھوں نے جیسے سلیم صاحب کو ٹال دیا۔ پھر اکثر ایسا ہونے لگا، رات کو وہ معمول کے مطابق کام کرتے اور صبح قابلِ اشاعت تحریروں کے ساتھ م۔ع کی کہانی موجود ہوتی۔

ان کا بیٹا مجاہد فرسٹ ائیر کا طالب علم تھا اور ہوسٹل میں رہتا تھا۔ ایک دن ان کی بیگم کسی تقریب میں شرکت کے لیے گئی تھیں۔ وہ گھر میں اکیلے تھے۔ آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے عابدی صاحب کا ذہن تیزی سے چل رہا تھا۔ کڑیوں سے کڑیاں ملاتے ہوئے وہ ایک دم چونک اٹھے: ''فضلو بابا، فضلو بابا!'' انھوں نے پکارا۔

''جی صاحب!'' وہ دوڑا چلا آیا۔ آج

کل تمھارے نام ہر ماہ خط آنے لگے ہیں۔ کون لکھتا ہے بھلا؟'' انھوں نے دیکھا کہ فضلو کا رنگ فق ہو گیا۔

''میرا بیٹا صاحب جی! افضل...... وہی لکھتا ہے۔''

''دیکھو فضلو بابا! میں خود ایک کہانی کار ہوں اور ساری کہانی سمجھ گیا ہوں۔'' انھوں نے اندھیرے میں تیر چلایا، جو سیدھے نشانے پر جا لگا۔ فضلو بابا پریشان ہو گیا، پھر وہ حقیقت زیادہ دیر نہ چھپا سکا۔

مجاہد امتحان سے فارغ ہو کر گھر آیا ہوا تھا۔ تازہ شمارے کی ورق گردانی کرتے ہوئے اسے جیسے کرنٹ سا لگا، وہ اچھل کر کھڑا ہوا اور ابا جان کے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔

''ابا جان! یہ کیا اعلان چھپا ہے؟''

انھوں نے پوچھا: ''کون سا اعلان؟''

''یہ م۔ع کے اعزاز میں پارٹی، بچوں کو شرکت کی دعوت! کون ہیں یہ م۔ع؟''

''تمھاری تو چھٹیاں ہیں۔ وقت پر تیار رہنا، وہیں سب پتا چل جائے گا۔ آخر سسپنس بھی کوئی چیز ہے برخوردار!'' اسے حیران چھوڑ کر وہ باہر چلے گئے۔

تقریب والے دن سب موجود تھے۔ ننھے منے بچے حیران نظروں سے مہمانوں کی کرسیوں کو گھور رہے تھے، جیسے کچھ تلاش کر رہے ہوں۔ رسمی آغاز کے بعد اسٹیج سیکرٹری نے عابدی صاحب کو دعوت دی۔

محمود عابدی نے مسکرا کر تقریر کا آغاز کیا:

''پر تجسس ننھے چہرے کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ پیارے نونہالو! آپ کی پر جوش فرمائش پر ہم نے م۔ع کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ آج وہ آپ کے درمیان موجود ہیں۔ ابھی انھیں دعوت دی جائے گی، مگر پہلے ایک کہانی سن لیں۔''

''کہانی، کیسی کہانی؟'' ہال بھنبھناہٹ سے بھر گیا۔ کچھ توقف کے بعد وہ بولے: ''میرے بیٹے مجاہد کو بچپن سے کہانیاں لکھنے کا شوق تھا۔ اس کی کچھ تحاریر ''گلاب'' میں شائع بھی ہوئیں، آپ نے یقیناً پڑھی ہوں گی۔ یہاں تک کہ اس کا داخلہ میڈیکل کالج میں ہو گیا۔ پہلی دفعہ جب وہ ہوسٹل سے

واپس آیا تو اپنے ساتھ ایک کہانی لایا تھا، بولا: ''ابا جی! آپ کے گلاب کے لیے لکھی ہے۔'' وہ کہانی اچھی تھی، میں نے رکھ لی، مگر آیندہ کے لیے اسے منع کر دیا، تاکہ وہ صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دے، اس وقت تک جب تک کہ وہ ڈاکٹر نہیں بن جاتا۔ کچھ عرصے تو اس نے صبر کیا، مگر پھر ڈاک کے ذریعے سے ایک کہانی بھیج دی۔ میں نے جواب میں ایک ڈانٹ بھرا خط اسے لکھ بھیجا۔ اب اس نے ایک نئی چال چلی۔ شاید فطری طور پر اس کے اندر ایک لکھاری موجود تھا، جو اسے لکھنے پر مجبور کرتا تھا۔'' محمود عابدی چند لمحے رک کر بولے: ''ہاں تو پھر مجاہد عابدی نے ہمارے ملازم فضلو کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہ خط اس کے نام پر پوسٹ کرتا اور فضلو موقع ڈھونڈ کر وہ کہانی قابلِ اشاعت تحاریر میں شامل کر دیتا۔ اب آگے کی کہانی اپنے م۔ع صاحب سے خود سنیں۔'' اسٹیج سیکرٹری نے مائک سنبھالا: ''اور آپ کی تالیوں کی گونج میں مجاہد عابدی تشریف لا رہے ہیں۔'' وہ بے چارہ اس غیر متوقع صورتِ حال پر گنگ کھڑا تھا، آخر ہمت کر کے اسٹیج پر آیا اور بولا: ''مم...... میں کیا کہوں، بس ابا جان! میں بہت شرمندہ ہوں۔ شاید میرے اندر کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں لکھوں، پھر اگر میں کہانی اپنے نام سے بھیجتا تو آپ شائع نہ کرتے۔ میرے پاس کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ شاید میں نے آپ کا دل دُکھایا ہے۔'' وہ پشیمان دکھائی دے رہا تھا۔

محمود عابدی کھڑے ہوئے، مائک تک پہنچے اور بولے: ''مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، مجھے تم پر فخر ہے بیٹا! فخر۔''

اور پورا ہال تالیوں سے گونج اُٹھا۔

انار

مبشر شبیر، سکندر آباد

انار ایک مشہور پھل ہے۔ اس کا درخت ۵ افیٹ سے لے کر ۲۰ فیٹ اونچا ہوتا ہے۔ تنا پتلا ہوتا ہے اور چھال زردی مائل بھوری ہوتی ہے۔ پتے چکنے، نوک دار، لمبے اور سبز ہوتے

ہیں۔ پھول دو دو کی تعداد میں کھلتے ہیں، جن کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور جب پتے جھڑتے ہیں تو پھل دینے لگتے ہے۔ پھل موسم گرما میں لگتا ہے۔ انار ایک نہایت خوش ذائقہ، دانے دار پھل ہے۔ ذائقے کے لحاظ سے یہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ میٹھا۔ کھٹا اور کھٹا میٹھا۔ انار کے اندر پروٹین، شکر، کیلسیئم، فولاد اور فاسفورس جیسے اجزا ہوتے ہیں، جو خون بنانے اور جسمانی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے انار کا پودا سرزمین عرب میں پیدا ہوا۔ وہاں سے یہ دوسرے ملکوں میں پہنچا۔ اردو انسائیکلو پیڈیا کے مطابق شام اور مصر کے قدیم باشندے اسے خوب صورتی کا نشان سمجھتے تھے اور سبز چمک دار پتوں، ارغونی رنگ کے پھولوں اور یاقوتی قسم کے دانوں کے باعث قدیم لوگوں میں یہ پھل بہت مقبول تھا۔ شاعروں اور ادیبوں کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

کہتے ہیں کہ مغل شہنشاہوں کو یہ پھل بہت پسند تھا۔ شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے جب ہندستان پر حملہ کیا تو وہ اپنے ساتھ انار کا پودا بھی لایا تھا۔ لوگ مغل شہنشاہوں کو نذرانے اور تحفے میں انار دیتے تھے۔ ایک دفعہ شہنشاہ جہانگیر کو انار پیش کیا گیا، جس کا وزن آدھے سیر سے زیادہ تھا۔ موجودہ زمانے میں بھی لوگ انار بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

علم

حافظ اسد الرحمان، لاہور

نہ حد ہے نہ منزل ، سفر ہی سفر
مہد سے یہی تا لحد چارہ گر
بن اس کے حیاتی نری بے خبر
خدا کا اسی سے ہے رحم و کرم
ہے حکمِ نبیؐ ، تھام رکھو قلم
بڑھو اس کے ذریعے سے سوئے حرم
خدا و نبیؐ کا یہ فرمان ہے
اسی سے بھرا سارا قرآن ہے
ہو اس پر عمل گر ، تو انسان ہے

اسی سے ہے دنیا ابھی تک رواں
اسی سے ہے دنیا کا نام و نشاں
اسی کی محبت سے رب مہرباں

اسی سے مسلمان اب دور ہیں
جو اشغالِ دنیا میں مسرور ہیں
نہ دنیا ملی ، پھر بھی مجبور ہیں

سکھاتا یہی ہے عبادت ، نماز
یہ دولت سے رکھے ہمیں بے نیاز
کرے دین و دنیا میں یہ سرفراز

فقط علم ہی سے ہے عرفانِ ذات
ہے حافظؔ یہی تو کلیدِ حیات
بجز اس کے انسان کی ہے ممات

گھوڑے، جلدی چلو

سارہ طارق، فیصل آباد

ایک دن بلال اور زبیر گاؤ تکیوں کو گھوڑا بنائے کھیل رہے تھے۔ بلال نے کہا: ''گھوڑا تیز چلاؤ، پیچھے ڈاکو ہیں۔'' وہ دونوں تیز آوازیں نکالنے لگے۔ زبیر نے کہا: ''اب تو ڈاکو بالکل قریب ہیں۔ اُف! یہ تو اور قریب آ گئے۔ اب کیا کریں؟'' بلال نے کہا: ''چلو، اُڑتے ہیں۔'' اور وہ دونوں اُڑنے لگے۔ ان کے گھوڑے بادلوں سے بھی اوپر چلے گئے۔ زبیر نے کہا: ''ارے بچو، یہاں ایک سیارہ ہے، کہیں ہم ٹکرا نہ جائیں۔'' بلال نے کہا: ''وہ دیکھو! سامنے خلائی مخلوق۔''

''اب کیا ہوگا؟'' دونوں نے گھوڑے موڑے۔ ''تیز تیز، اونچا۔'' زبیر چیخا: ''اُف، بہت گرمی ہو رہی ہے۔'' بلال نے کہا: ''سورج جو قریب آ گیا ہے۔'' زبیر نے کہا: ''چلو واپس چلو۔'' دونوں نے گھوڑے موڑے، اور یہ کیا! سامنے تو امی کھڑی تھیں۔ انھوں نے دونوں کو غصے سے دیکھا اور بولیں: ''کھڑکی بند کردو، دھوپ آ رہی ہے۔ تکیے جگہ پر رکھو، کمرہ ٹھیک کرو اور کھانا کھانے آ جاؤ۔''

پورٹریٹ کا چور

شہیر ثاقب، راولپنڈی

رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے۔ سب لوگ میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ایسے میں اسلم صاحب بڑی جاں فشانی کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھے۔ وہ آج اپنی زندگی کا سب

سے بڑا شاہکار مکمل کرنے والے تھے، جو آرٹ کی دنیا میں تہلکہ مچانے والا تھا۔ اسلم صاحب ایک مایۂ ناز، بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ مصور تھے۔ ان کی بنائی ہوئی پینٹنگز ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتی تھیں۔ انھوں نے آخری نظر اپنے شاہکار پر ڈالی اور سونے کے لیے اپنے کمرے میں چل دیے۔

صبح ہوتے ہی اسلم صاحب کے شاہکار کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جس نے بھی وہ تصویر دیکھی، خوب دل کھول کر داد دی۔ تصویر میں غروبِ آفتاب کی عکاسی نہایت خوب صورتی سے کی گئی تھی۔ ایسے میں نوجوان مصور جبران کے ساتھ آرٹ کے دلدادہ سیٹھ کامران اور ان کے دوست سیٹھ طلال بھی آئے اور اسلم صاحب کو خوب داد دی۔ پھر پورا دن ملنے ملانے اور داد وصول کرتے گزر گیا، مگر اگلی صبح اسلم صاحب یہ جان کر دنگ رہ گئے کہ پورٹریٹ چوری ہو چکی ہے۔ وہ تصویر جس کے بنانے پر اسلم صاحب پھولے نہیں سمائے تھے، اچانک چوری ہو گئی۔

کچھ دیر بعد پولیس ان کی کوٹھی میں موجود تھی۔ اسلم صاحب نے اپنا شک سیٹھ کامران اور ان کے دوست پر کیا، کیوں کہ وہ دونوں ہی پینٹنگ حاصل کرنے کے خواہش مند تھے اور انھوں نے اسلم صاحب کو اس سلسلے میں اچھی خاصی رقم بھی دینا چاہی، مگر اسلم صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ اسلم صاحب کے بیٹے کمال کا کہنا تھا کہ وہ فوٹو گرافر ہے اور لوگوں کے جذبات جاننا، اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جب نوجوان مصور جبران نے تصویر دیکھی تھی تو اس کے جذبات میں رشک کے ساتھ ساتھ حسد بھی موجود تھا۔ لہٰذا مجرم جبران ہو سکتا ہے۔ خیر تینوں سے تفتیش ہوئی، مگر تینوں نے انکار کیا۔ پینٹنگ چوری ہوئے تین دن سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ اسلم صاحب کی غم کے مارے بری حالت تھی۔

آخر پانچویں دن کمال نے مجرم کا کھوج لگا لیا اور سب کو دعوت پر مدعو کیا۔ جب سب دعوت سے فارغ ہو گئے تو اس نے بولنا شروع کیا: ''میرا شک شروع سے ہی جبران پر تھا، مگر ڈیڈی مسلسل انکار کرتے رہے۔ آخر میں

نے یہ کام محلے کے بچوں سے کرانے کا فیصلہ کیا۔ یہ گیند بلے کی لالچ میں بار بار خود ہی گیند جبران کے گھر میں پھینک دیتے اور پھر گیند لینے کے بہانے کبھی اس کے صحن تو کبھی چھت کی تلاشی لیتے۔ آخر ایک دن انھیں کوڑے میں جلے ہوئے پورٹریٹ کے کچھ حصے مل گئے، جسے نہایت ہوشیاری سے کپڑوں میں چھپا کر لے آئے۔ یہ دیکھیں!" کہتے ہوئے کمال نے ثبوت کے طور پر وہ ٹکڑے پولیس کو دکھائے۔ "واقعی حسد انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ یہ انسان کے نیک اعمال کو ایسے تباہ کر دیتا ہے، جیسے دیمک لکڑی کو۔" اسلم صاحب نے سرد آہ بھری۔

بہروپیوں کی دنیا

حافظ محمد معاذ ابو طالب

ٹرین اسٹیشن سے روانہ ہو رہی تھی۔ بوگی نمبر ۸ میں ایک بزرگ اپنے تین دوستوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس بوگی میں ان کے علاوہ چند مسافر اور تھے۔ اسی وقت ایک صاحب سوار ہوئے اور سلام کرنے کے بعد بولے: "غریبوں کی بستی میں ایک مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ ہم نے دن رات محنت کر کے اللہ کے فضل و کرم سے سارا کام آخری مرحلے میں پہنچا دیا ہے، اب صرف رنگ روغن اور بجلی کا کام باقی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ سب نیک کام میں حصہ لیں گے۔ اس کے لیے آپ سے جتنا ہو سکے، تعاون کریں۔"

مسافر اپنی حیثیت کے مطابق رقم دینے لگے۔ وہ صاحب پیسے لے کر رسید دیتے جاتے۔

اس طرح بزرگ نے مسافروں سے اچھی خاصی رقم جمع کر لی۔ اگلا اسٹیشن آیا تو وہ بزرگ اپنی رقم سے بھری جیب پر ہاتھ رکھ کر جیسے ہی ٹرین سے اُترے، پولیس نے انھیں دبوچ لیا۔ پلیٹ فارم پر مجمع ہو گیا۔ لوگ ٹرین کی کھڑکیوں سے گردنیں نکال کر بزرگ کو پکڑنے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے بے چین تھے کہ اچانک ٹرین نے سیٹی بجائی اور دوبارہ آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ لوگوں نے صرف اتنا دیکھا کہ وہ بزرگ پولیس والوں کے درمیان میں تھے اور ان کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔

چاروں دوست ابھی اس معاملے کو سمجھنے کے لیے بے چین تھے اور آپس میں افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ ان کی بوگی میں ایک آدمی سر پر پگڑی باندھے، سر پر سموسوں اور رول کا ٹوکرا اٹھائے داخل ہوا۔ شکل وصورت سے وہ آدمی غریب لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرافت تھی۔ ان لوگوں نے سوچا کہ شاید ان کو اس بزرگ کے بارے میں پتا ہوگا کہ ان کو کیوں پکڑا ہے۔

سموسے خریدنے کے بعد ایک مسافر نے پوچھا: ''بھائی! یہ پلیٹ فارم پر کیا جھگڑا ہو رہا تھا؟'' رول والا بولا: ''بس بھائی! کیا بتائیں، یہ دنیا بہروپیوں اور دھوکے بازوں سے بھری ہوئی ہے۔ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ مسجد کے نام پر چندہ جمع کر کے شریف لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ وہ جس مسجد کا چندہ جمع کر رہے تھے، اس مسجد کا نام ونشان نہیں ہے۔ انھوں نے جعلی رسید بک چھپوائی ہوئی تھی۔''

ابھی مسافر، بزرگ کے کردار کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ ان کے سر چکرانے لگے اور وہ اپنے اپنے سر پکڑ کر رہ گئے اور تھوڑی دیر میں وہ ایک ایک کر کے بے ہوش ہو گئے۔

سموسے والا اسی انتظار میں تھا۔ اس نے اپنا ٹوکرا نیچے رکھا اور مسافروں کی جیبیں صاف کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں بوگی کے تمام مسافر اپنی جیبوں میں رکھی رقموں، موبائل فون، گھڑیوں اور قیمتی سامان سے محروم ہو چکے تھے۔

عظیم نعمت

سعد افراہیم، کراچی

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے پانی بھی ایک انمول نعمت ہے۔ اگر پانی نہ ہوتا تو ہم زندہ ہوتے۔ ہم ہی نہیں، دنیا میں جتنے بھی جان دار ہیں، سب کو پانی کی ضرورت ہے۔ وہ سب پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

آج کل پانی کا بحران کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہم پانی کی قدر نہیں کرتے۔ اس عظیم نعمت کو بڑی بے دردی سے ضائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پانی کے قطرے قطرے کا حساب لیا جائے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس عظیم نعمت کی قدر کریں۔ کبھی اس نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اس بات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ ☆

بیت بازی

فرقہ بندی ہے کہیں ، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

شاعر : علامہ اقبال پسند : عارفہ اسلم بیگ، کراچی

جفا کش بنو ، گر ہو عزت کے خواہاں
کہ عزت کا ہے بھید محنت میں پنہاں

شاعرہ: الطاف حسین حالی پسند: فیاض رضوی، ملتان

ابتدا یہ تھی کہ میں تھا اور دعوا علم کا
انتہا یہ تھی کہ اس دعوے پر شرمایا بہت

شاعر : جگن ناتھ آزاد پسند: کنول مقبول، شکار پور

خدا گواہ کہ عمر ابد سے بہتر ہے
وہ زندگی جو محبت کے کام آجائے

شاعر: عامر عثمانی پسند: عائشہ خالد، کراچی

عمر بھر جلنے کا اتنا تو صلہ پائیں گے ہم
بجھتے بجھتے چند شمعیں تو جلا جائیں گے ہم

شاعر: احمد ندیم قاسمی پسند: یعقوب حبیب، کوئٹہ

خواہشوں کا نہ دل میں ڈھیر لگا
کچھ مقاصد بھی پاس رکھ اپنے

شاعر: مظفر وارثی پسند: نیلوفر خان، تربت

جو دیکھے تو مسافر کے ساتھ ہے دنیا
مگر چلے تو اکیلا سفر میں رہتا ہے

شاعر: سید مشہود حسن رضوی پسند: عمران جلیل، اسلام آباد

کیا ہوئے اگلے زمانے کے ملنسار جمیلؔ
اب تو ہر سمت ہی نفرت کی فراوانی ہے

شاعر: جمیل ادیب سید پسند: احمد حمید، جہلم

آج کل موقع پرستی بھی عقیدت بن گئی
فائدہ جس سے ہوا ، اس کو خدا کہنے لگے

شاعر: سرور کلام پسند: علیزہ سلیم، رحیم یار خان

اک بوجھ ہو ، کاندھوں پہ دھرا ہو جیسے
دل نے حالات سے کچھ قرض لیا ہو جیسے

شاعر: صائم کرنالی پسند: کرم الٰہی، لاڑکانہ

جو میں نے گھر بنایا تھا ، میرا کہاں ہوا
تنکے کہاں رکھے تھے ، بسیرا کہاں ہوا

شاعر: حلیم الٰہی زلفی پسند: عابد رحیم، کراچی

نہ اس میں گھاس اگتی ہے، نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

شاعر: حفیظ جالندھری پسند: سید محمد علی شاہد، ملتان

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

شاعر: مولانا ظفر علی خاں پسند: ارمغان الرحمان، لاہور

حرمتِ لوح و قلم پیش نظر رکھنی ہے
جو بھی لکھنا ہو ، وہ تہذیب سے لکھا جائے

شاعر: تسیم سحر پسند: کنول عبدالستار ٹالپر، ٹنڈو جان محمد

ہنڈ کلیا

ڈبل روٹی کے پکوڑے

مرسلہ: اقصیٰ فاروق سکھر

ڈبل روٹی کے سلائس	:	۱۲ عدد	نمک	:	حسبِ ذائقہ
آلو (ابلے ہوئے)	:	آدھا کلو	سرخ مرچ	:	حسبِ ذائقہ
ہری مرچیں (درمیانی)	:	۸ عدد	ثابت دھنیا	:	تھوڑا سا
انار دانہ	:	۶۰ گرام	تیل	:	تلنے کے لیے

ترکیب: ابلے ہوئے آلوؤں کو مسل لیں۔ اب اس میں سب مسالے شامل کرلیں۔ ڈبل روٹی کے سلائس کے کنارے تیز دھار چھری سے کاٹ لیں اور ان کے دو دو ٹکڑے بنالیں۔ دو ٹکڑوں کے درمیان آلوؤں کا آمیزہ رکھ کر انگلیوں پر ہلکا سا پانی لگا کر کنارے آپس میں چپکا دیں۔ پھر ایک کڑاہی میں تیل گرم کر کے تل لیں۔ بھورا ہونے پر نکال لیں۔ نہایت خستہ مزے دار ڈبل روٹی کے پکوڑے کیچپ یا املی کی چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

آلو کی گولیاں

مرسلہ: انعم مجید عرب، کراچی

آلو	:	آدھا کلو	پیاز (کتری ہوئی)	:	ایک عدد
بیسن	:	ایک پیالی	رائی	:	ایک چٹکی بھر
ہری مرچیں	:	پانچ چھے کٹی ہوئی	دھنیا، پودینا (کٹا ہوا)	:	حسبِ ضرورت
نمک	:	حسبِ ذائقہ	تیل	:	حسبِ ضرورت

ترکیب: آلو ابال کر چھیل کر مسل لیں۔ اب اس میں دھنیا، پودینہ، ہری مرچ، پیاز ڈال دیں۔ کھانے کا ایک چمچہ تیل کڑھائی میں لے کر رائی کڑکڑا کر آلو کے آمیزے میں شامل کردیں۔ اس آمیزے کو اچھی طرح سے ملا کر اس کی گولیاں بنالیں۔ ایک برتن میں بیسن، تھوڑا سا نمک اور پانی ڈال کر اس کا گاڑھا گاڑھا پیسٹ بنالیں۔ اب آلو کی گولیوں کو بیسن میں ڈبو کر درمیانی آنچ پر کڑھائی میں تل لیں۔ یہ گرم گرم آلو کی گولیاں کیچپ کے ساتھ پیش کیجیے۔

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال، شمارہ جنوری ۲۰۱۰ء کے بارے میں ہیں

◉ جنوری کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ سرورق بھی بہت پیارا لگا۔ روشن خیالات بہترین تھے۔ علم دریچے کی ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی سبق ہوتا تھا۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر ''بڑا انسان کون'' سے پتا چلا کہ صرف دانائی، بلند کردار، اخلاق سے ہی انسان بڑا نہیں ہوتا بلکہ بڑا انسان وہ ہے، جو اپنی زبان پر قابو رکھے۔ **نائیلہ مجید شیرازی، ٹنڈو آدم۔**

◉ ہمدرد نونہال ایک ایسا تناور درخت ہے، جس کی جڑوں میں محب وطن افراد کا خون اور پسینا شامل ہے۔ اس میں کسی خاص تبدیلی کی ضرورت مجھے نظر نہیں ہے۔ ہاں، مصوری معیاری نہیں ہے۔
محمد شعیب حسن سیالوی، جہلم

◉ ہمدرد نونہال میں ''میرا پسندیدہ مشغلہ'' یا ''بڑے ہو کر کیا بنوں گا/گی'' شروع کریں۔ ہر مہینے بہترین کہانی، حمد، نعت، نظم اور بہترین چھوٹی تحریر پر انعام دیا کریں، تاکہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ **لیلیٰ جلیل الرحمان، جہانگیرہ۔**

> تحریر کا شائع ہو جانا خود بہت بڑا انعام ہے۔

◉ پورا ہمدرد نونہال ہی اچھا تھا۔ کسی ایک کہانی کی تعریف کریں تو یہ دوسری کے ساتھ زیادتی ہوگی، کیوں کہ ہم سب ہمدرد نونہال کے لیے خوب محنت کرتے ہیں۔ اگر کسی کی محنت کو بُرا کہا جائے تو یہ اچھا نہ ہوگا۔ **نیناں محمد حنیف، کراچی**

◉ کہانیاں سب بہترین تھیں، لیکن اشتیاق احمد کی کہانی ''بڑے میاں'' نے تو رلا دیا کہ کس طرح والدین اپنی اولاد کو پالتے ہیں اور اولاد بڑے ہونے کے بعد ان کی قربانیوں کو بھلا دیتی ہے۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، نیا سال آیا، علم دریچے، شہید حکیم محمد سعید کی تحریریں اور مسعود احمد برکاتی کی ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن وراحت ہے'' اس ماہ کی بہترین تحریریں تھیں۔ میں ان شاء اللہ اس پر عمل کروں گی۔ مسکراتی لکیریں، بیت بازی کے شعر بہت اعلا تھے۔ **سائرہ عبدالحفیظ وارثی، کراچی**

◉ کہانی ''بڑے میاں'' (اشتیاق احمد) پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بیت بازی مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ نونہال مصور بہت دل فریب لگا۔ ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن وراحت ہے'' (مسعود احمد برکاتی) میں ہمیں ایک دوسرے کے کام آنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ ہماری زندگی کا اعلا مقصد یہی ہونا چاہیے کہ ہم اپنے ماحول میں انفرادی و اجتماعی جذبے کا مظاہرہ کریں۔ ''ہنسی گھر'' بہت اچھا لگا۔ **مریم عبدالغفار، ٹنڈو جان محمد۔**

◉ انکل! ایک شکایت ہے، وہ یہ کہ آپ میرا ایک لطیفہ بھی شائع نہیں کرتے۔ کیا میں غلط لکھتی ہوں؟ **خدیجہ زاہد، کراچی۔**

> نئے اور اچھے لطیفے بھیجیں، شائع کریں گے۔

◉ اچھی تربیت، دینی معلومات، سائنسی مضامین، دنیاوی معلومات، مزاحیہ تحریریں، دل چسپ کہانیاں، نفاست، سلیقہ، بڑے لوگوں کی نصیحت آموز باتیں، غرض کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمدرد نونہال میں نہ ہو۔ **عابدہ عبدالغفار، ٹنڈو جان محمد۔**

◉ نئے سال کے حساب سے سرورق کچھ خاص نہ تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان (حسن ذکی کاظمی) ہیرے والا شتر مرغ (ڈاکٹر رؤف پاریکھ) اور بڑے میاں (اشتیاق احمد) زبردست تھیں۔ سلسلہ حیرت انگیز معلومات ہماری معلومات میں ہر مہینے اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ **کرن شبیر، کراچی**

◉ اکثر لوگ میری درست اردو بولنے پر حیران ہوتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں، کیوں کہ آج کل اردو جس طرح توڑ مروڑ کر بولی جا رہی ہے، قابلِ افسوس ہے۔ خیر! ان سب کو یہی بتاتی ہوں کہ یہ سب میرے والد محترم ڈاکٹر شاہد الوری (مرحوم) کی تربیت اور ''ہمدرد نونہال'' کی میرے درجہ دوم سے مطالعے کی بدولت ہے۔
نصرت پروین انصاری، کراچی۔

◉ جنوری کا نونہال پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ یہ صرف تعریفی الفاظ ہی نہیں بلکہ آپ جس نونہال قاری سے پوچھیں گے، اس کا بھی یہی جواب ہوگا۔ علم دریچے بہت زیادہ پسند آیا۔ پہلی بات بڑی بھلی لگی۔ نظمیں لاجواب تھیں۔ کہانیوں میں بڑے میاں، ہیرے والا شتر مرغ، کنکر منتر، انمول لفظوں کا جادو، اللہ کا دیا اور باقی تمام سلسلے پسند آئے۔ **عدنان افضل کندی گنجرا، کندیاں۔**

◉ سب ہی کہانیاں بہت اچھی ہیں۔ انکل! آپ کوئی ناول بھی شائع کریں۔ **عابد علی آرائیں، ٹنڈو میر علی۔**

◎ کہانی ''کنکر منتر'' تمام کہانیوں میں زبردست تھی۔ **محمد سعد افراہیم، کراچی۔**

◎ جنوری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت شان دار رہا۔ کہانیوں میں کنکر منتر، انوکھا خواب، میں آپ کا ہاتھ ہوں بہت پسند آئیں۔ **محمد وجدان خضر نوشاہی، ساہین پال شریف۔**

◎ جنوری کا شمارہ ٹاپ پر رہا۔ خاص طور پر ہیرے والا شتر مرغ، کنکر منتر، میں آپ کا ہاتھ ہوں، بڑے میاں اور بلاعنوان اچھی رہیں۔ بلاشبہ تمام رسالہ سپر ہٹ تھا۔ **محمد عبیداللہ طارق، لیہ۔**

◎ جنوری کا شمارہ پسند آیا۔ خاص طور پر بلاعنوان کہانی۔ انکل! آپ شہید پاکستان کے بچپن کے بارے میں کچھ ضرور شامل کیا کیجیے۔ **اُم ہانی منصور، کراچی۔**

◎ جنوری کا سرورق بہت اچھا تھا۔ بڑے میاں (اشتیاق احمد) کے علاوہ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ غزالہ امام کا ''آیئے مصوری سیکھیں'' بالکل فضول ہے۔ میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا میں مسکراتی لکیروں کے لیے تصویر بھیج سکتا ہوں؟ دوسرا سوال: ''دوزخ'' مذکر ہے یا مؤنث؟ انکل! ۱۴ دسمبر کے جنگ مڈ ویک میں آپ کی تحریر ''ہمارے دوست'' پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ کیا آپ نونہال اور جنگ کے علاوہ کسی اور میگزین میں تحریریں بھیجتے ہیں؟ **کاظم حیدر، نظام شیخ، حیدر آباد۔**

> مسکراتی لکیروں کے لیے اپنی تصویر بھیج دیں۔ دیکھنے کے بعد فیصلہ ہوسکتا ہے۔ دوزخ مؤنث ہے۔ جنگ والوں نے میری کوئی پرانی تحریر چھاپ دی ہے۔ اب تو ہمدرد نونہال ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

◎ ہمدرد نونہال بہت ہی اچھا رسالہ ہے۔ اللہ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ **ہارون الرشید، جہلم۔**

◎ جاگو جگاؤ، پہلی بات، علم دریچے اور ہنسی گھر یہ تمام سلسلے بہت اچھے لگے۔ کہانیوں میں بڑے میاں (اشتیاق احمد) دل کو چھو لینے والی کہانی تھی، جس میں ہمارے معاشرے میں والدین کے ساتھ اولاد کے برے سلوک کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ شہید حکیم محمد سعید انکل کی تحریر (میں آپ کا ہاتھ ہوں) سے معلومات میں بہت اضافہ ہوا اور یہ تحریر واقعی بہت اچھی تھی۔ **روزینہ شریف، فیوچر کالونی۔**

◎ نئے سال کے نئے شمارے کا مسکراتا کھلکھلاتا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ اس مہینے کا خیال بھی اچھا تھا۔ نئے سال سے متعلق ساری نظمیں خوب صورت اور نصیحت آمیز تھیں۔ ''اعضا بولتے ہیں'' کا تو جواب ہی نہیں۔ ہیرے والا شتر مرغ (ڈاکٹر رؤف پاریکھ) بہت ہی دل چسپ کہانی تھی۔ اشتیاق احمد کی کہانی ''بڑے میاں'' اچھی، مگر اداس کر دینے والی تھی۔ آپ کے مضمون ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن و راحت ہے'' میں دورِ حاضر کے تمام معاشرتی مسائل کا حل موجود ہے۔ انوکھا خواب (ڈاکٹر شریف حسین) اور کنکر منتر (مشتاق اعظمی) اچھی کہانیاں تھیں مگر ''انوکھا خواب'' حد سے زیادہ غیر حقیقی کہانی تھی۔ **محمد شعیب مصطفےٰ، سرگودھا۔**

◎ اب ہمدرد نونہال کی تعریف کرتے کرتے ہوئے بھی عجیب معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ یہ کسی تعریف کا محتاج ہی نہیں رہا۔ کہانی انوکھا خواب اور کنکر منتر بہت پسند آئی۔ **محمد کامران، اسلام آباد۔**

◎ جنوری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ بلاعنوان اور کنکر منتر بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ **قاسم بہزاد، عامر سیماب، عمرہ اسلام، اٹک۔**

◎ جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ اس میں نئے سال کے متعلق نئی نئی چیزیں تھیں۔ **فرحان بچہ، ٹنڈو الہیار۔**

◎ اس دفعہ کے معلومات افزا کے سوالات بہت مزے دار تھے، لیکن تھے بہت آسان، آسانی سے حل گئے۔ بلاعنوان کہانی بھی بہت مزے دار تھی۔ **سلطان عدیل احمد بھٹی، سکھر۔**

◎ جنوری کا شمارہ حسبِ روایت زبردست تھا۔ ہیرے والا شتر مرغ زبردست کہانی ہے۔ اس کے بعد بلاعنوان کہانی (حسن ذکی کاظمی)، انوکھا خواب (ڈاکٹر شریف حسین)، کنکر منتر (مشتاق اعظمی) اور میں آپ کا ہاتھ ہوں (شہید حکیم محمد سعید) بہترین تحریریں ہیں۔ باقی شمارہ بھی لاجواب ہے۔ **حسن رضا سردار، حلیمہ نشان، خدیجہ نشان، کاموکی۔**

◎ پہلی بات بہت اچھی تھی۔ خاص طور پر تبدیلی والی بات۔ کہانیاں سب بہترین تھیں۔ **وقار احمد بوذدار، سعد رسول سواتی، کراچی۔**

◎ ہر شمارے میں ایک سائنسی کہانی ہونی ضرور چاہیے۔ بڑا انسان کون؟ انوکھا خواب، بڑے میاں، میں تمھارا ہاتھ ہوں، ہیرے والا شتر مرغ، بلاعنوان انعامی کہانی، کنکر منتر، اچھا معاشرہ اور اللہ کا دیا زبردست کہانیاں تھیں۔ **عمر دراز نوناری، ملتان۔**

◎ سب سے بہترین کہانی ''ہیرے والا شتر مرغ'' لگی۔ نونہال

ادیب کی بھی تمام کہانیاں اور نظمیں خوب صورت تھیں۔ **جویریہ عبداللہ، گلشن حدید۔**

◉ جنوری ۲۰۱۰ء کا شمارہ زبردست تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور پر انوکھا خواب۔ **شہر بانو ہاشمی، میانوالی۔**

◉ ہمدرد نونہال کے قارئین سے یہ کہوں گی کہ اس کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ **حافظہ عمیرہ خادم حسین، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال کے تمام سلسلے اپنی جگہ قابلِ تعریف ہیں۔ یقیناً یہ ایک معیاری رسالہ ہے، جو بچوں کے ساتھ بڑوں کو بھی معلومات فراہم کرتا ہے۔ نونہال ادیب، معلومات افزا، بلاعنوان کہانی یہ ایسے سلسلے ہیں جو قارئین میں لکھنے کا حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔ ''نونہال لغت'' اپنی پیاری زبان اردو کو لکھنے اور سمجھنے کے لیے بہت مؤثر ہے۔ بلاشبہ انگریزی سے زیادہ اردو ہی ہماری شناخت، اظہار و رابطے کا بہترین ذریعہ ہے۔ **وجیہہ اقبال، کراچی۔**

◉ بڑے میاں (اشتیاق احمد) اول درجے کی کہانی ہے۔ انوکھا خواب نہایت دل چسپ کہانی تھی۔ کنکر منتر نے تو مزہ دوبالا کر دیا اور ہیرے والا شتر مرغ کی تو کیا بات ہے۔ سب سے مزے دار معلوماتی تحریر ''دنیا کا سب سے لمبا آدمی'' ہے۔ اس مہینے کا خیال تو بہت ہی مزے دار ہے۔ **فرحت، راحت، مہوش، علی، کراچی۔**

◉ سرورق کی تصویر کچھ مہینوں سے اچھی نہیں آ رہی۔ سرورق کے پیچھے کا منظر بھی دل کش ہونا چاہیے۔ انکل! آدھی ملاقات میں وہ خط ضرور شائع کیا کریں جن میں کوئی سوال ہو۔ **سلمیٰ بشیر احمد، کراچی۔**

◉ پہلی بات میں اس مہینے کا خیال ''علم'' کو انسان کا زیور اور اخلاق کو انسان کا ہتھیار کہا گیا ہے، جو کہ بالکل صحیح ہے۔ یقیناً علم و اخلاق ایک ایسے ہتھیار ہیں، جن سے انسان ہر طرح کی جنگ جیت سکتا ہے۔ **سمانہ تقوی، کراچی۔**

◉ نئے سال کا نیا ہمدرد نونہال بہت پسند آیا۔ تمام تحریریں تعریف کے لائق ہیں، لیکن بڑے میاں، انوکھا خواب، ہیرے والا شتر مرغ اور کنکر منتر بہت دل چسپ اور مزے دار کہانیاں تھیں۔ **واجد علی، امجد خان، نوید احمد، ذیشان احمد، کراچی۔**

◉ تمام کہانیاں اچھی لگیں، لیکن انوکھا خواب اور کنکر منتر بہت پسند آئیں۔ **محمد آصف، نوید، اقراء، مصباح، عائشہ۔ کراچی۔**

◉ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک سب کچھ بہت اچھا ہے۔ **فرزین اعجاز ملتانی، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال نئے سال کا پہلا شمارہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ملا۔ پڑھ کر خوش گوار اثر ہوا۔ روشن خیالات، جاگو جگاؤ اور علم دریچے نے ذہنوں کو مہکا دیا۔ نئے سال کی نظموں میں ماضی سے سبق ملا اور مستقبل کے لیے پیش بینی کا درس ملا۔ ''میں آپ کا ہاتھ ہوں'' میں معلومات کا بیش بہا خزانہ تھا۔ کہانیاں تمام ہی بہترین، دل چسپ اور سبق آموز تھیں۔ **حسنین، سعد، خوشبخت، دعا، زویا، گھوٹکی۔**

◉ رسالہ اس دفعہ بھی ہمیشہ سے بڑھ کر پایا۔ خاص کر کہانی ''ہیرے والا شتر مرغ'' نے تو دل جیت لیا۔ باقی تحریریں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ **شہیر ثاقب، راولپنڈی۔**

◉ مجھے جنوری کی دو کہانیاں بہت اچھی لگیں یعنی انوکھا خواب اور کنکر منتر۔ **سیدہ مریم رفیع، کراچی۔**

◉ میں نے آپ کا رسالہ کافی عرصے بعد خریدا جسے پڑھ کر مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا۔ میں اسے بچپن میں بہت شوق سے پڑھتا تھا۔ اب میری عمر ۳۰ سال ہے۔ اب میں اپنے بچوں کو ہمدرد نونہال پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں اور خاص طور پر ان کے لیے لے کر آتا ہوں۔ اس میں اب بھی وہی پہلے والا لطف اور مزہ ہے۔ کیا میں بڑا ہونے کے باوجود بھی اس میں حصہ لے سکتا ہوں؟ **غلام عباس پتافی، کراچی۔**

> آپ لکھنا چاہتے ہیں، ضرور لکھیں۔ پڑھ کر ہی فیصلۂ اشاعت ہوتا ہے۔

◉ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ **جویریہ آصف، کراچی۔**

◉ جنوری کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ خاص طور پر بلاعنوان انعامی کہانی (حسن ذکی کاظمی) اور انوکھا خواب (ڈاکٹر شریف حسین) بہت پسند آئیں۔ **اسامہ طیب، کبیروالا۔**

◉ کہانیوں میں ہیرے والا شتر مرغ (ڈاکٹر رؤف پاریکھ) اور بڑے میاں (اشتیاق احمد) بھی اچھی تھی۔ **اقصیٰ راؤ، کراچی۔**

◉ کہانیوں میں ''بلاعنوان کہانی'' زبردست تھی۔ جاگو جگاؤ تو بہت ہی پسند آیا۔ ہنسی گھر بھی بہت اچھا تھا۔ **امیر یعقوب سچ سوھترا، جامشورو۔**

◉ کہانیوں میں ہیرے والا شتر مرغ (ڈاکٹر رؤف پاریکھ)، کنکر منتر (مشتاق اعظمی)، انوکھا خواب (ڈاکٹر شریف حسین) اچھی تھیں۔ انکل! کوئی سلسلے وار کہانی شروع کریں۔ **ماہین بیگ بلوچ، کراچی۔**

◉ تحریروں میں اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن و راحت ہے (مسعود

احمد برکاتی) پڑھ کر بہت سبق ملا۔ ہیرے والا شتر مرغ، انوکھا خواب پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ **حافظہ عورین فہیم، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال کو دکان میں سجا ہوا دیکھتا ہوں تو میرے منھ میں پانی بھر آتا ہے اور جلدی سے ہمدرد نونہال خرید کر ایک ہی گھنٹے میں ختم کر دیتا ہوں۔ **محمد اکرام یوسف، تربت۔**

◉ جنوری کے شمارے میں شامل کہانی کنکر منتر نے متاثر کیا۔ نونہال کا کوئی بھی سلسلہ مجھے ناپسند نہیں ہے۔ پہلے کے مقابلے میں ہنسی گھر نے ترقی کی ہے اور زیادہ نئے لطیفے اس سلسلے کو مزید دل چسپ بنا سکتے ہیں۔ جنوری کے شمارے میں یوں تو ہر سلسلہ ہی لاجواب تھا، لیکن آپ کا تحریر کردہ مضمون ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن و راحت ہے'' تو یہ سمجھیں پورے شمارے کا نچوڑ ہے۔ **ارم آپی، کراچی۔**

◉ جنوری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ حکیم صاحب کے مضمون سمیت تمام مضامین اچھے لگے۔ حسن ذکی کاظمی کی کہانی نے ہنسا ہنسا کر پاگل کر دیا، جب کہ اس کے بعد مجھے ڈاکٹر شریف حسین اور پھر ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی کہانی اچھی لگی۔ انکل! آپ کا مضمون ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن و راحت ہے'' بہت سمجھنے والی تحریر ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مجھے عمل کی بھی توفیق دے۔ اس کے علاوہ ''آیئے مصوری سیکھیں'' کی تو بات ہی کیا ہے۔ انکل! میں کچھ مہینوں پہلے اپنی ایک کہانی ''قربانی'' کے عنوان سے بھیجی تھی۔ میں کچھ مضامین لکھنا چاہتی ہوں جن میں بچوں کو مختلف چیزیں بنانا سکھائی جائیں۔ کیا میں اس طرح کے مضامین لکھ کر بھیجوں۔ اس کے علاوہ مضامین کے ساتھ تصاویر بھیجنی لازمی ہوں گی یا نہیں؟ اگر تصویر بذریعہ موبائل فون کھینچی جائے تو کیا اس کو فوٹو گرافر سے نکال کر بھیج سکتے ہیں؟ **عاصمہ فرحین، کراچی۔**

> آپ کی کہانی ''قربانی'' ہم تک نہیں پہنچی۔ آپ جو کچھ لکھنا چاہتی ہیں، لکھیں۔ پڑھ کر اشاعت کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ موبائل سے کچھ نہ بھیجیں، فوٹو گراف بھیجیں۔

◉ ساری کہانیاں سپرہٹ رہیں، لیکن بلاعنوان کہانی پڑھی تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اس کے اس کے علاوہ نظمیں بھی بہت اچھی تھیں۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، ہنسی گھر ہمیشہ کی طرح اپنی کرنیں بکھیر رہے تھے۔ رہی بات آپ کی تحریر ''اتحاد و اتفاق کا دوسرا نام امن و راحت ہے'' کی تو انکل! اگر ان اصولوں پر عمل کر لیا جائے تو زندگی کی مشکلات سہل محسوس ہوں، اس طرح ہم مل کر ایک مثالی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر ''بڑا انسان کون'' واقعی بہت ہی شان دار تھی۔ **صفیہ وہاب صدیقی، کراچی۔**

◉ جنوری کا شمارہ زبردست لگا خاص کر بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگی۔ **محمد بلال ریاض قریشی، نواب شاہ۔**

◉ جنوری کا شمارہ زبردست رہا اور تمام کہانیاں بالخصوص بلاعنوان کہانی سپرہٹ رہی۔ **دانیال خلیل، حیدرآباد۔**

◉ کہانیاں تمام ہی اچھی تھیں، مگر سب سے اچھی بڑے میاں (اشتیاق احمد) تھی، جسے پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دوسرے نمبر پر اللہ کا دیا (فرزانہ روحی اسلم) تھی۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو ایسی اچھی سوچ عنایت فرمائے۔ تیسرے نمبر پر کنکر منتر تھی، جس میں بہت ہی پیارا سبق تھا کہ لالچ سے بچنا چاہیے اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔ یہ کہانیاں تو زیادہ اچھی تھیں، اس لیے لکھ دیں، ورنہ باقی کہانیاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ **حافظ محمد وسیم اللہ یار، بہاول پور۔**

◉ ماہ جنوری ۲۰۱۰ء کے شمارے میں بلاعنوان کہانی تو اچھی تھی، مگر بے تصویر تھی۔ حالات حاضرہ سے لے کر الگ الگ موضوعات پر بچوں کی مناسبت سے تحریریں آنی چاہییں۔ **محمد یوسف سولنگی، نوشہرو فیروز۔**

◉ ہر بار کی طرح اس بار بھی رسالہ سپرہٹ تھا۔ انوکھا خواب، اللہ کا دیا اور ہیرے والا شتر مرغ بہت پسند آئیں۔ نیا سلسلہ ''اعضا بولتے ہیں'' بہت اچھا ہے، اسے شائع کرتے رہیں۔ **رحمہ ریاض، راولپنڈی۔**

◉ جنوری کا شمارہ زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ پہلے نمبر پر اشتیاق احمد صاحب کی کہانی ''بڑے میاں'' تھی۔ علم دریچے اور نظمیں بھی بہت اچھی تھیں۔ لطیفے بھی مزے دار تھے۔ **وجیہہ زبیر، کراچی۔**

◉ اس بار بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی۔ دوسرے نمبر پر بڑے میاں۔ نئے سال کے حوالے سے نظمیں بھی اچھی تھیں۔ معلومات میں دنیا کا سب سے لمبا انسان اچھی تھی۔ **اسد سردار، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ سچ پوچھیں تو ہمدرد نونہال سے ہماری بہت حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ **یسریٰ حمزہ، کراچی۔**

◉ سب کہانیاں بڑی زبردست تھیں۔ **ایس علی، کراچی۔**

◉ جنوری کا شمارہ زبردست تھا۔ تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر ''میں آپ کا ہاتھ ہوں'' پڑھ کر نئی معلومات حاصل ہوئیں۔ بڑے میاں (اشتیاق احمد) بہت اچھی لگی۔ ہیرے والا شتر مرغ (ڈاکٹر رؤف پاریکھ) بہت زبردست

تھی۔ نونہال ادیب میں کہانی بزرگ ہاتھی (عاصم ناصر) بھی اچھی لگی۔ **اقراء غفار، عنزہ غفار، کراچی۔**

◉ جنوری کا شمارہ ہر مرتبہ کی طرح سرورق سے لے کر لغت تک بہت اچھا تھا۔ دنیا کا سب سے لمبا انسان پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ انوکھا خواب، کنکر منتر، ہیرے والا شتر مرغ، اللہ کا دیا زبردست تھیں۔ ''بڑے میاں'' پہلے نمبر پر رہی۔ میں تمھارا ہاتھ ہوں (شہید حکیم محمد سعید) پڑھ کر میری معلومات میں اضافہ ہوا۔ **ردا زینب نظام شیخ، حیدرآباد۔**

◉ جنوری کا شمارہ زبردست تھا۔ خاص طور پر بلاعنوان کہانی اچھی تھی۔ **یمنٰی معین الدین، کراچی۔**

◉ جنوری ۲۰۱۰ء کے رسالے میں اپنا خط دیکھ کر میں خوشی سے پھولے نہیں سمائی۔ اس مرتبہ تمام کہانیاں سپر ہٹ تھیں، خاص طور پر انوکھا خواب (ڈاکٹر شریف حسین) اور کنکر منتر (مشتاق اعظمی) سب سے اچھی تھیں۔ اشتیاق احمد کی تمام تحریریں بہت زبردست ہوتی ہیں۔ انکل! لفظ ''تقدیرِ اُمم'' کے معنی بتا دیں۔ **ازکیٰ راؤ، لانڈھی۔**

> تقدیرِ اُمم کے معنی ہیں ''قوموں کی قسمت''۔ اُمم جمع ہے امت کی۔ تقدیر کے معنی قسمت یا نصیب کے ہیں۔

◉ جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا، اس کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ کہانیاں تو بہت اچھی تھیں، پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ غزالہ امام کی ''آیئے مصوری سیکھیں'' کی نئی ترکیبیں بہت اچھی ہیں۔ **ماہا امبر، کراچی۔**

◉ اس بار بلاعنوان کہانی بہت زبردست تھی۔ روشن خیالات، علم دریچے، بیت بازی اور تمام تحریریں اچھی تھیں۔ سرورق سے لغت تک سارا نونہال اچھا تھا۔ **تبسم محمد لطیف، حیدرآباد۔**

◉ سب سے پہلے جاگو جگاؤ نے حضرت امام حسینؓ کی قربانی کو یاد دلایا، پھر پہلی بات اور روشن خیالات پڑھے۔ ''میں آپ کا ہاتھ ہوں'' سے معلومات حاصل ہوئیں۔ ''بڑے میاں'' بہت اچھی کہانی تھی۔ **زینب ناصر، فیصل آباد۔**

◉ بلاعنوان انعامی کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ معلوماتی تحریروں سے معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ **ناعمہ نظامی، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال بڑا پیارا رسالہ ہے، جس میں ہمیں ہر چیز مل جاتی ہے۔ کہانیاں، مضامین، لطیفے، اقوالِ زریں اور دیگر تحریریں ہمدرد نونہال کی زینت ہیں۔ **صاحبزادہ چنہ، چنہ باغ گھوٹکی۔**

◉ سال کا پہلا شمارہ بہت زبردست تھا۔ ہنسی گھر بہت بہترین تھا۔ ہیرے والا شتر مرغ، کنکر منتر، انوکھا خواب اور بڑے میاں بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ **زیبا بشیر، لاہور۔**

◉ ہمدرد نونہال میں اتنی اچھی اور پیاری باتیں ہوتی ہیں کہ میں اپنی کلاس میں جا کر سب کو بتاتی ہوں۔ **ماہین، ایمن، ماہا یاسین، میر پور خاص۔**

◉ جنوری کا رسالہ بہت اچھا لگا۔ ہیرے والا شتر مرغ بہت اچھی کہانی تھی۔ معلومات افزا مشکل ہوتے ہیں، لیکن اس سے ہمیں بہت معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ **زنیرہ سلیم، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے، بلکہ اس میں مشہور شخصیتوں کے انٹرویوز شامل کیے جائیں، تاکہ ہم ان کے بارے میں جان کر ان کی باتوں سے فیض حاصل کر سکیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ''روشن خیالات'' اور ''علم دریچے'' کا نام پہلے والا یعنی ''خیالوں کی مہک'' اور ''پھول پھول خوشبو'' بحال کر دیا جائے۔ انکل! کہانیاں زیادہ پریوں اور جنوں والی ہوں تو کیا ہی بات ہے۔ **فائزہ محمد احمد خانزادہ، حیدرآباد۔**

◉ بلاعنوان انعامی تصویر کا سلسلہ شروع کریں۔ **حسن احمد، راولپنڈی۔**

◉ براہِ مہربانی آیئے مصوری سیکھیں کا سلسلہ بند نہ کریں۔ مصوری کے شیدائی نونہالوں کے لیے ایک ہی تو صفحہ ہے۔ کہانیوں کے ساتھ چھپنے والی تصویریں بہت بے کار ہوتی ہیں۔ ایسی تصویریں تو پرائمری کے بچے بھی اپنے گھر کے کمپیوٹر پر بنا سکتے ہیں۔ **ملیحہ اشرف، کراچی۔**

شمارے مارچ ۲۰۱۰ء کی متوقع تحریریں

☆ **میں تمھاری زبان ہوں**
شہید حکیم محمد سعید

☆ **موت تھیلے کے اندر**
معراج

☆ **میرے استاد میرے محسن**
ڈاکٹر رؤف پاریکھ

☆ **نونہالوں کے نام ایک خط**
مسعود احمد برکاتی

☆ **اور بہت سی معلومات اور دلچسپیاں**

جوابات معلومات افزا - ۱۶۹

یہ سوالات جنوری ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ اس ملک کا موجودہ نام عراق ہے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

۲۔ ترکی کے لوگ قائداعظم کو پاکستان کا اتاترک کہتے ہیں۔

۳۔ مولانا ظفر علی خاں کے والد مولوی سراج الدین نے اخبار زمیندار جاری کیا تھا۔

۴۔ ''نقشِ فریادی'' فیض احمد فیض کے مجموعۂ کلام کا نام ہے۔

۵۔ مشہور لیڈر ہٹلر جرمنی کا حکمراں تھا۔

۶۔ نیلوفر ایک پھول ہے، جو کنول کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۷۔ کویل وہ واحد پرندہ ہے، جس کی مادہ دوسرے پرندوں کے گھونسلے میں انڈا دیتی ہے۔

۸۔ زہرہ کے بعد زمین کا قریبی سیارہ مریخ ہے۔

۹۔ مشہور مؤرخ مولانا شبلی نعمانی ہندستان کے شہر اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔

۱۰۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں کا بچپن کا نام ''خرم'' تھا۔

۱۱۔ اردو کے مشہور ناول نگار اور ادیب عبدالحلیم شرر ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔

۱۲۔ مشہور پختون لیڈر خان عبدالغفار خان نے ۱۹۸۸ء میں وفات پائی۔

۱۳۔ جاپان کی کرنسی ''ین'' کہلاتی ہے۔

۱۴۔ ۱۸ مئی ۱۹۸۹ء کو ملک برما کا نام بدل کر ''میانمار'' رکھا گیا۔

۱۵۔ تھامس جیفرسن امریکا کے تیسرے صدر تھے۔

۱۶۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

⊙ **کراچی:** محمد وقاص سومرو، سید محمد انتصار حسن، طاہرہ مشتاق مہر، غلام عباس پتافی، سیدہ وجیہہ حسین نقوی، عادل احمد خان، حیدر رضا رضوی، سیدہ ثانی زہرہ ⊙ **حیدر آباد:** سیدہ حفصہ معروف، فرح عبدالوحید شیخ ⊙ **لاڑکانہ:** سجاد حسین جعفری ⊙ **سکھر:** اسماء طفیل ⊙ **سرھاری:** غلام سرور بروھی ⊙ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور ⊙ **لاہور:** مہوش ایوب ⊙ **بہاول پور:** آمنہ فاطمہ ملک ⊙ **ملتان:** سیدہ رغینہ بخاری ⊙ **اسلام آباد:** محمد نعمان شفیع ⊙ **راولپنڈی:** رابیل حنا ⊙ **پشاور:** عبداللہ طاہر۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

⊙ **کراچی:** ثمر لطافت، سید بلال حسین ذاکر، عابد حسین رندھاوا، ماہا امبر، محمد دانیال صدیقی، حافظ محمد عمیص بابر، راشد عالم، عمارہ ندیم، اسد سردار، یوسف مفتی، عریبہ دلشاد خانزادہ، ماہ رخ سراج، افضال احمد خان، ایمن تنویر، ماہ رخ انصار، محمد عارف بخش راجپوت، مطہرہ ناصر، مرتضیٰ صابر علی، ربیعہ اقبال، انگبین مشتاق، اُمِ سحر جاوید علی صدیقی، سائرہ خان، عباس حسین، طوبیٰ صدیقی، ازکیٰ راؤ، عائشہ بیگ، ارسہ جاوید، علیزہ یاسمین عبداللہ، محمد آصف انصاری، حیاء ندیم، اقرا ندیم، ارسل بٹ، مریم آصف، سیدہ عائشہ امام، دانیال فاروقی، عروبہ اسلم، کومل خالد، جویریہ جاوید، محمد حمزہ خان، طاہرہ ظفر، یاسر طارق، سید محمد عدیل، اکبر تاج، سعود فرخ، سیدہ دانیا حسنین، محمد ہادی مظہر، مصطفیٰ رضا رضوی، سید صفدر رضا رضوی، طاہرہ رضوی، سید محسن رضا رضوی، سید مہدی رضا رضوی، فاطمہ رضا رضوی، ثمیر مرتضوی، سیدہ رباب فاطمہ ⊙ **حیدر آباد:** کاظم حیدر نظام شیخ، عائشہ ایمن احتشام، مرزا فرحال بیگ، طٰہٰ یاسین، آصف کریم ⊙ **ٹنڈو الٰہیار:** محمد عرفان پیر زادہ ⊙ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ⊙ **میر پور خاص:** جبین سروش، نازش محمد اکرم ⊙ **سانگھڑ:** منیب احمد رندھاوا، محمد افضل رندھاوا، محمد ثاقب منصوری ⊙ **جھورو:** خالدہ عبدالقدوس خاں، رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، محمد امین سیف الملوک ⊙ **لاہور:** ممتاز بیگم، ضحیٰ علی ⊙ **فیصل آباد:** عبیر صالحہ ⊙ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر ⊙ **گورالہ (گجرات):** لبابہ نور الدین ⊙ **احمد پور شرقیہ:** مظاہر الحسن، محمد وسیم اللہ دیار، آفاق حسن ⊙ **ملتان:** احمد ذکی کشمیری، سید عطاء المکرّم بخاری ⊙ **راولپنڈی:** محمد حسن ساجد ⊙ **چونا کاری (ایبٹ آباد):** نجم ارشاد ⊙ **کوٹلی (آزاد کشمیر):** شہریار احمد چغتائی۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

⦿ **کراچی:** ملیحہ اشرف، حافظ سید حسن شموئیل، ہانیہ شفیق اجمل، سندس آسیہ، ثمرہ حفیظ، سید محمد حذیفہ، سید محمد طلحہٰ، سید محمد طیب، عروسہ اویس، مریم غلام اکبر، شاہ محمد ازھر عالم، عائشہ عبداللہ، محمد طاہر انصاری، سید زین الحسن، حسام توقیر، احدیہ خان غوری، عنبر شمس، محمد افراز ابدالی، سید طحہٰ فاطمی، ارم نسیم خان، عبداللہ عارف علی، انشراح ریحان، لاریب عقیل، لیبہا ناصر، محمد ہاشم خان، زینب عبدالخالق علی، یسریٰ مریم، طوبیٰ جہانگیر زبیری، واجد نگینوی، محمد طحہٰ سہیل، عاصمہ فرحین ⦿ **حیدرآباد:** مصطفٰی ایوب ⦿ **بھٹ شاہ:** ایم ارسلان حارث انصاری ⦿ **ٹنڈو جام:** ارحمہ سلطانہ ⦿ **ٹنڈو الہیار:** نادر علی جھتیال ⦿ **مکلی:** اقصیٰ احمد، وجیہہ جاوید، سعد جاوید، اُم کلثوم، الضحیٰ فاطمہ، عائشہ بی بی، تیمور جاوید ⦿ **سکرنڈ:** عبدالصمد جاوید ⦿ **سکھر:** سلطان خان بھٹی، دلشاد انصاری ⦿ **روہڑی:** شاہ نور جمشید خان، ماہ نور جمشید خان ⦿ **سانگھڑ:** کرن اقبال بھٹی، اشوک کمار حیدری، توشیبا الطاف ⦿ **میرپور خاص:** فائزہ عمران ⦿ **ٹنڈو جان محمد:** آمنہ مسعود راجپوت ⦿ **جھڈو:** شہزیم راجا ⦿ **لاہور:** مریم شاہد ⦿ **فیصل آباد:** عائشہ اکرم ⦿ **کاموکنے:** حسن رضا سردار ⦿ **رحیم یار خان:** اسامہ طیب ⦿ **اسلام آباد:** چودھری محمد عبیدالرحمان، زینب بتول ⦿ **راولپنڈی:** فصیح شبیر ⦿ **لاوہ:** ثاقب ظفر، عمار احمد خان ⦿ **دینہ:** محمد شعیب حسن سیالوی ⦿ **کالا گجراں:** محمد افضل ⦿ **میانوالی:** شہر بانو ہاشمی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

⦿ **کراچی:** فیضان ایم حنیف، محمد آصف یاسین کھتری، مصفٰی زینب محمد سہیل، وجیہہ زبیر، حدیقہ مطلوب احمد عطاری، فرحت جاوید، فہد انوار، فضہ حسن، وقار احمد بوزدار، سید حماد علی، وجیہا احمد، ثناء ابرار، فصیح الرحمان شاہد، مریم رحمٰن، سید مریم محبوب، سیدہ عفیفہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، تحریم طارق، سیدہ جویریہ جاوید ⦿ **ٹنڈو الہیار:** محمد یاسر یاسین کھتری، فرحان بچہ، محمد کاشف یاسین کھتری ⦿ **میرپور خاص:** محمد بلال، محمد زبیر ⦿ **ٹنڈو جان محمد:** عفت سمیع ⦿ **جھڈو:** انیدہ محمد اکرم ⦿ **شہداد پور:** عنایت علی صدیقی ⦿ **سکھر:** حوریہ جبین معاذ علی حامد انصاری ⦿ **لاڑکانہ:** نبی بخش ابڑو ⦿ **لاہور:** سعدیہ جوہر، امتیاز علی ناز ⦿ **فیصل آباد:** رضاء الحق ⦿ **علی پور چٹھہ:** محمد امیر صدیق جندران

ۏ **ڈیرہ غازی خان:** سیدہ نایاب بتول رضوی ۏ **ساہن پال شریف:** محمد وجدان نوشاہی ۏ **بہاول نگر:** عروج علی ۏ **سرگودھا:** محمد شعیب مصطفےٰ، محمد بلال شاہد ۏ **پنڈ دادن خان:** سیدہ مبین فاطمہ عابدی ۏ **اسلام آباد:** محمد کامران، دامن زہرا، اذکیٰ ابرار ۏ **کوئٹہ:** آسیہ ظاہر خان ۏ **بھمبر (آزاد کشمیر):** اُسامہ شبیر ۏ **پشاور:** ماریہ فاروق ۏ **پتھیل (ایبٹ آباد):** حامد نسیم ۏ **ڈیرہ اسماعیل خان:** ذوالنورین علی زئی۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

ۏ **کراچی:** سیدہ فائزہ ناز، عشبہ خان، حاسن یاسر انصاری، انشراح یاسر انصاری، طوبیٰ وسیم خان، فضہ، ہنیا ملک محمد آصف، سلیمان امتیاز، عفان صدیقی، عارفہ تجلی، روزینہ شریف، مائیرہ صابر حسین، سیدہ مریم رفیع، ماہین انور بیگ بلوچ ۏ **حیدر آباد:** محمد اُسامہ انصاری ۏ **ٹنڈو جام:** ملیحہ عراقی ۏ **گھوٹکی:** حسنین، احسان، زویا، اقصیٰ، خوش بخت، دعا، محمد علی ۏ **لکھی (شکار پور):** عبدالرؤف بھیو ۏ **سکھر:** کاشف حسین ابڑو ۏ **لاہور:** غالیہ ارم، اُسامہ بن یوسف، رانا عبداللہ غازی ۏ **لاوہ:** عمر جمیل ۏ **راولپنڈی:** شہیر ثاقب ۏ **دومیل (اٹک):** صالحہ بتول۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

ۏ **کراچی:** جویریہ آصف، اریبہ شاہد، حافظ بسمہ قاضی، فراز وہاب انصاری، کرن مرسلین، فاطمہ علی، مسعود صادق، عروبہ شمیم ۏ **سانگھڑ:** رافعہ رسول رحمانی ۏ **ٹنڈو آدم:** نائلہ مجید شیرازی ۏ **سکھر:** ربیعہ نور ۏ **گڈو بیراج:** قرۃ العین عائشہ ۏ **جہانیاں (خانیوال):** عیشہ نوید رندھاوا ۏ **راولپنڈی:** حسن احمد ۏ **کامونکی (گوجرانوالہ):** ثمن خالد بٹ ۏ **نوشکی:** سیدہ طوبیٰ گل ۏ **جھنگی لمبا:** اقراء فاروق، قرۃ العین۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

ۏ **کراچی:** ماہ فاطمہ عابدی، اُمِ ھانی منصور، رعنا فاروقی، مدیحہ ثاقب، طوبیٰ رانی بشیر احمد، عروبہ انعم انجم، سائرہ عبدالحفیظ وارثی، معاذ اسحاق ۏ **حیدر آباد:** دانیال خلیل، جواد جبار ملک، عائشہ منیر، محمد حماد خان، نگین، شفق، شائستہ، فیصل انصار احمد خان ۏ **سمندری (فیصل آباد):** سلمان رمضان انڈوکی ۏ **سمبڑیال (سیالکوٹ):** محمد اسد بلال ۏ **اسلام آباد:** اقصیٰ چغتائی ۏ **راولپنڈی:** رابعہ خان ۏ **جہانگیرہ (نوشہرو):** لیلیٰ جلیل الرحمان۔

نونہال لغت

گوکھرو	گ ُ وْ کھ ُ ر و	پاؤں کی وہ سخت گرہ جو اکثر تنگ جوتا پہننے سے یا رگڑ سے پیدا ہو کر چلنے پھرنے میں تکلیف دیتی ہے۔کان کا ایک زیور۔ایک قسم کا پودا۔
ابلاغ	اِ بْ لَا غ	تبلیغ۔اشاعت۔پیغام رسانی۔پہنچانا۔
ذخائر	ذَ خَا ءِ ر	ذخیرہ کی جمع۔
طائر	طَا ءِ ر	پرندہ۔اُڑنے والا۔
غُنچہ	غُ نْ چہ	کلی۔شگوفہ۔بے کھلا پھول۔
کندہ	کَ نْ دَ ہ	کھدا ہوا۔منقش۔
اہلکار	اَ ہْ لْ کَا ر	کارکن۔کارندہ۔منشی۔کلرک۔سرکاری ملازم۔
رِضاکار	رِ ضَ ا کَ ا ر	اپنے آپ کو بغیر جبر و معاوضہ قومی اور ملکی خدمت کے لیے پیش کرنے والا۔ بلا معاوضہ خدمت کرنے والا۔ انگریزی میں VOLUNTEER (والینٹر) کہتے ہیں۔
حرمت	حُ رْ مَ ت	عزت۔آبرو۔عظمت۔حرام ہونا۔
رسوخ	رُ سُ و خ	رسائی۔پہنچ۔ربط ضبط۔اعتبار۔اعتماد۔
کرید	کُ رے د	چھان بین۔جستجو۔کاوش۔
پونجی	پُو نْ جی	سرمایہ۔بساط۔حیثیت۔جائداد۔
محظوظ	مَ حْ ظُو ظ	مسرور۔خوش۔
اُچاٹ	اُ چَا ٹ	بیزار۔اکتایا ہوا۔اوپری دل سے۔سستی۔کاہلی۔
در	دَ ر	دروازہ۔باب۔

داغ تو اچھے ہوتے ہیں
Surf
excel
removes stains 10/10
بچے کھیلتے اچھے لگتے ہیں۔ کھیل مُرک جائے تو آپ داغ نہیں اِن کی خوشی دیکھتے ہیں۔
LOWE & RAUF

The Ultimate
HABANERO CHILLI Experience
It's Party for your taste buds!
A Dip Sauce made from a secret blend of finest Habanero Chillies, Rich Ripe Tomatoes, Garlic & Spices.
Shangrila Garlic Chilli Sauce a must for your meals.
Shangrila
Garlic Chilli Sauce
Shangrila
Takes the Taste...
...to the Limits
HALAAL
SANHA
Pakistan's First Company Awarded HALAAL Certification By South African National Halaal Authority
BUREAU VERITAS
ISO 9001-2000 Certified
Member
The Association for DRESSINGS & SAUCES, USA
www.shangrila.com.pk